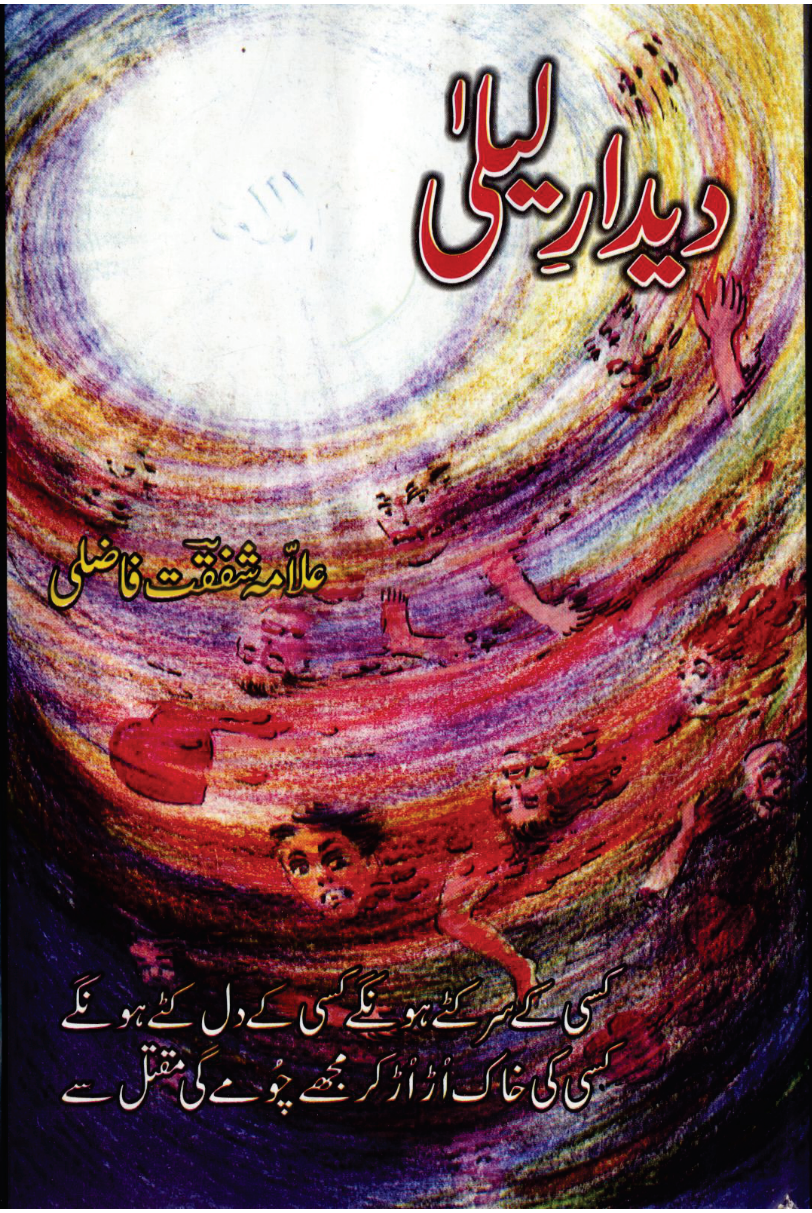

دیدارِ لیلیٰ

علامہ شفقت فاضلی

حشر کا حشر

سرِ محشر جو لبِ بام وہ آتا ہو گا
حشر بھی کاٹ کے سر صدقے میں دیتا ہو گا

اُس گھڑی لاکھوں قیامت کے جنازے ہونگے
جس گھڑی ناز قیامت میں نکلتا ہوگا

اِک طرف راہوں میں سر کاٹ کے رکھے ہونگے
اِک طرف پاؤں سے وہ اِن کو مسلتا ہو گا

کھڑا حیرانی سے ہر دل کو وہ تکتا ہو گا
جبکہ ہر دل میں چُھپا اُس ہی کا چہرہ ہو گا

اُس گھڑی اُس کو دیوانوں کا تجسّس ہو گا
کون ہو گا جو میرا چہرہ چُراتا ہو گا

ڈُھونڈ لے گا وہ تجھے برسرِ محشر شفقت
یہی کافر ہے جو یہ فتنہ جگاتا ہو گا

علاّمہ شفقت فاضلی

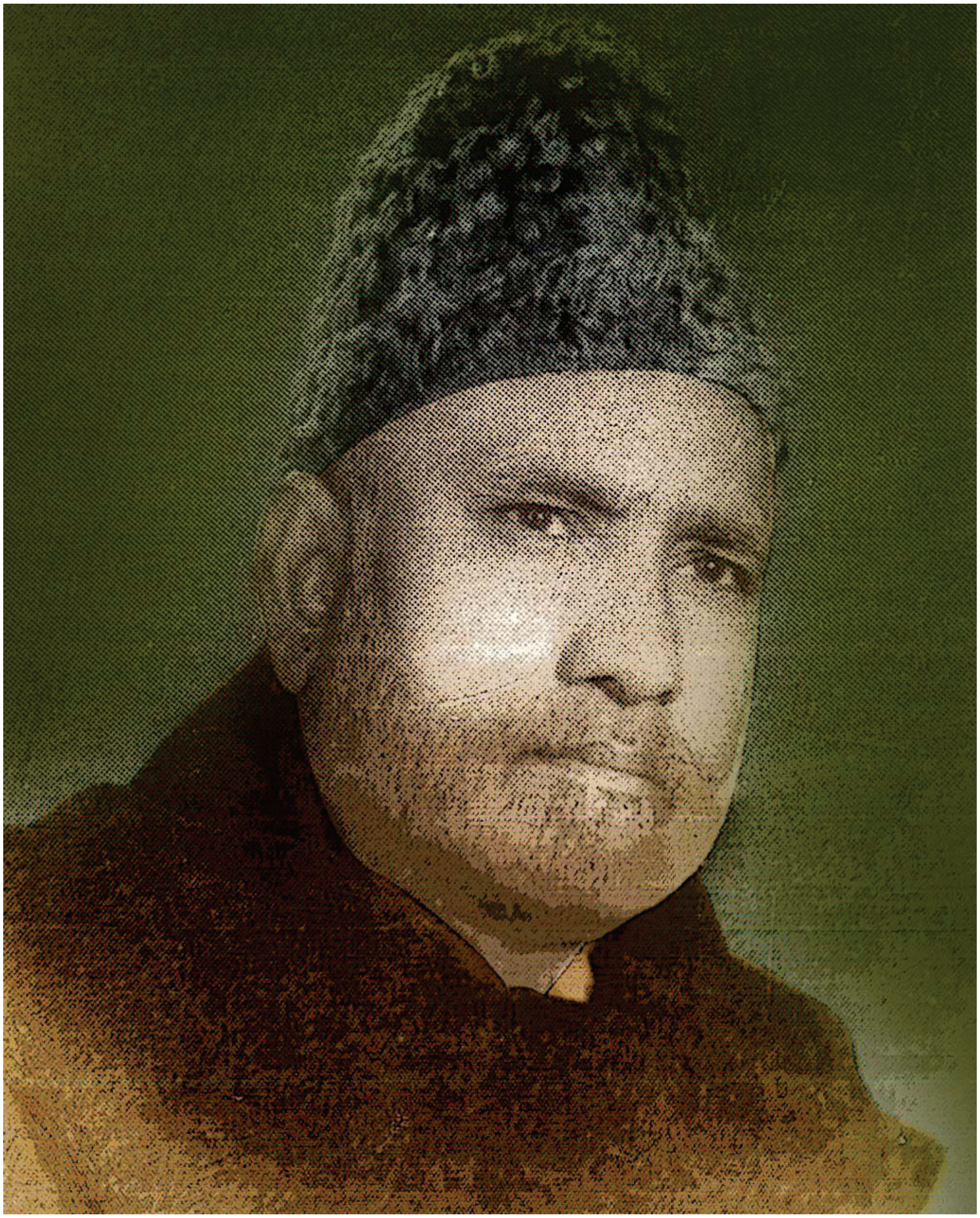

INTERNATIONAL STANDARD BOOK NUMBERING AGENCY
GOVERNMENT OF PAKISTAN, DEPARTMENT OF LIBRARIES
NATIONAL LIBRARY OF PAKISTAN, CONSTITUTION AVENUE, ISLAMABAD—PAKISTAN
PHONES : 9206436, 9206440, 9202544, 9202549 FAX : 221375

فارم نمبر ۱

ناشر کا نام اور مکمل پتہ : منظور حسین شفقت فاضلی (مرحوم و مغفور)۔ بانی اسلامی تصوف دانش گاہِ عالیہ، المعروف تصوف کی دُنیا، محبت کی دُنیا، مسجد الودود، فاضلی روڈ، گلشن الہ دین، عقب کینال کنٹری کلب، رحیم یار خان

کوڈ نمبر :- ISBN 969—

سابقہ شائع شدہ کتب کے لئے معلوماتی فارم

(براہ کرم ہر کتاب کے ہر ایڈیشن کے لئے علیحدہ فارم استعمال کریں)

۱- کتاب کا مکمل عنوان (ٹائٹل) دیدارِ لیلیٰ

۲- کتاب کے اصل مصنف کا (یا مصنفین کے) مکمل نام : علامہ شفقت فاضلی (مرحوم و مغفور)

۳- کتاب کے مترجم/مرتب/ایڈیٹر کا مکمل نام : علامہ شفقت فاضلی (مرحوم و مغفور)

۴- سن اشاعت : 2012ء

۵- ایڈیشن : پہلا ایڈیشن

۶- سائز (حجم) : 8.5 انچ x 5.5 انچ x 0.70 انچ

۷- صفحات : 269 صفحات

۸- تصاویر، نقشہ جات وغیرہ کی تفصیل : چار تصاویر (صفحہ نمبر 3 پر مصنف اور آخری تین صفحات پر 3 کتب کی تصاویر)۔ کوئی نقشہ نہیں ہے۔

۹- قیمت (اندرون ملک) : 300 روپے قیمت (بیرون ملک) 300 روپے

۱۰- جلد بندی (مجلد/پیپر بیسک) مجلد ہارڈ بیک، رنگین ٹائٹل

۱۱- کتنی تعداد میں چھاپی گئی : 500 تعداد

۱۲- کس زبان میں لکھی گئی : اُردو

۱۳- کیا اسٹاک میں موجود ہے : جی ہاں موجود ہے

ایڈیشن سے مراد ایسی اشاعت ہے جس میں کتاب کے مواد یا طرزِ طباعت میں کوئی تبدیلی کی گئی ہو۔

نوٹ : معلومات نامکمل ہونے کی صورت میں نمبر تفویض نہیں کیا جائے گا۔

تفویض شدہ آئی ایس بی این

ISBN —978-969-23523-8-3

دستخط :

نام عہدہ و مہر :

تاریخ :

PCPPI—4579 (96) Deptt. of Lab.—8-5-96—1000.

فہرست

عنوانات صفحہ نمبر

تعارف دیدار لیلیٰ 15

خدا کا خدا.....محبت 25

◆.... خدا 27

◆.... حشر کا حشر 29

○.... خدا کا حشر میں سر بام آنا اور حشر کا سر صدقے میں دینا

◆.... حسینؑ کا حسین 31

○.... معراج حضرت امام حسینؑ و کشتگان تسلیم، شہدائے کربلا

◆.... علیؑ کا علی 33

○.... اللہ رب العزت المعروف لیلیٰ ازل معراج حضرت علی المرتضیٰؑ

◆.... مصطفیٰؐ کا مصطفیٰ 39

○.... سب سے پہلے حضورؐ کے نور کو پیدا کرنے کی منشأ خداوندی

◆.... خدا کا خدا 41

○.... محبت

◆.... بندہ کمبل پوشؒ 43

◆.... مرشد آئینۂ خداوندی 45

○.... لب لباب مثنوی معنوی از حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

◆.... چور پہ مور (حصہ اول) 47

◆.... چور پہ مور (حصہ دوم) 48

محبت کی دنیا 51

◆.... تمہارا پیار 53

◆.... عشق آگے چل نہ پاتا تھا 54

◆.... پوجا 59

◆.... صحرا میں جمال خداوندی 61

◆.... خدا اور گدا 62

◆.... بشر 64

◆.... شاہ کی بیٹی دھوبی کا بیٹا 65

◆.... نہ شکایت نہ گلہ 72

◆.... ضرورت 79

◆.... حور خلد 81

◆.... احمد کا دین 83

◆.... شروعات 85

○.... ہم تم سے کریں بات

◆.... خاک پر خدا 87

○.... عشق ومحبت کی لازوال داستان

◆.... عاشق اللہ کرے 89

◆.... حقیقت محمدیہؐ 90

○.... عشق خداوندی کے آئینے میں

◆.... اک کلیمؑ بندہ پرور اک کلیم دل نواز 91

◆.... آخرش یہ کون ہے 95

خدا کے عاشق 97

◆.... علیؑ اور کعبہ 99

○.... حضرت علیؑ کی کعبہ میں ولادت کی منشا خداوندی

◆.... شام کربلا 101

○.... اسے شام غریباں نہیں اسے صبح امیراں کہہ

◆.... ساجن کا دیس 103

◆.... عشق خداوندی کی تکمیل دشت کربلا کے آئینے میں 105

◆.... یاران خدا 107

○.... آرزوئے مرتضیٰؑ حضرت عباسؑ علمبردار حسن ازل کی بارگاہ میں

◆.... عباسؑ حسن مرتضیٰؑ حسنینؑ جان فاطمہؑ 109

○.... سجدے میں سر کٹا کٹا آخر یہ کدھر گئے

◆.... عشق خداوندی دشت کربلا کے آئینے میں 111

○.... معراج حسینؑ، عیدالاضحیٰ سے عید معلیٰ تک

♦.... حق کے امین 113
♦.... جانِ وفا 114
♦.... کربل میں دیدار 115
♦.... خدا اور حسینؑ 117
○.... جانِ دلبراں وسلطانِ عاشقاں
♦.... دیوار لہو کی 119
♦.... حضرت علی کرم اللہ وجہہ 120
♦.... صیاد دام میں 121
♦.... شہریار کا ملاپ 123
♦.... اصغرؑ خدا کے صدقے میں 124

گنج نامہ 125
♦.... مقالاتِ ابلیس 127
♦.... نعرۂ ابلیس 130
♦.... یار کو دیکھو 133
♦.... ڈر نہیں لگتا 135
♦.... بیتابیٔ دل 137
♦.... عادت 138
♦.... برسات کا موسم ذات کا سنگم 140
♦.... جبرئیلؑ دیکھ کر بتا کیسے ہیں مصطفیٰ 142

○.... حسن خداوندی جمال مصطفیٰ کے آئینے میں

◆.... شیطان کی انسان سے دشمنی کیا ہے 145

○.... اگر شیطان انسان کا دشمن ہے تو کیا انسان بھی شیطان کا دشمن ہے

◆.... خدا کا کھوج 147

◆.... تجدید عشق 149

○... خدا اور میں

◆.... یار کی شرارتوں کا نام عشق ہے 150

○.... اور یہی بار امانت ہے

◆.... لمحۂ فکریہ 151

◆.... تلبیس ابلیس 152

○.... لب لباب گنج نامہ از شیخ حرم حضرت ابن عثمان مکیؒ

◆.... ہوا و ہوس 154

◆.... شر اور منشائے ایزدی 156

مکتب ہاجرہؑ 157

◆... آدم کے کمال و زوال 159

◆.... حج بیت اللہ کی حقیقت 162

○.... جہاں تک انسان وہاں تک آواز

◆.... حقوق والدین بمقابلہ حقوق زوجہ 164

◆.... صورت گر خدا سیرت ساز مصطفیٰ 166

○.... آخر یہ ہیں کہاں

♦.... اربابِ دانش خود سوالیہ نشان 168

○.... آخر یہ خودکش ہیں کون

♦.... عید الاضحیٰ 169

○.... عشق کی جذب و مستی میں خدا سے ملاپ کا دن

♦.... شادی اور نکاح 171

شیخ اور مرید 173

♦.... طریقت حجاز یا طریقت ہند 175

○.... جہاد اصغر سے جہاد اکبر تک

♦.... یزداں کا ظہور 179

♦.... عقیدت 180

♦.... درست عقیدہ 182

♦.... قول کی طاقت 184

♦.... شرح راز 188

♦.... دعوئ معصیت 189

♦.... خدا اور مصطفیٰؐ کے درمیان جبرئیلؑ محبت 191

○.... سو یہ بھی ہتھے چڑھ گیا تجار کے

رمضان، خدا کی دید کا مہینہ 193

◆.... عید کی شب 195
◆.... ہلال عید 197
◆.... عیدالفطر معنویت کے آئینے میں 199
O.... کلمہ جلوہ گاہ خداوندی روزہ پناہ گاہ خداوندی
◆.... رمضان اخلاق سے ایمان کی تعمیر کا مہینہ 200
O.... رحمت و بخششیں اور جنت کی لوٹ سیل
◆.... روزہ 202
O.... افطاری میں اصلاح نفس کا ایک منظر
◆.... تصوف اور معتبر ارکان دین 203
◆.... تصوف اور حقیقت، رمضان عبادت 204
O.... عبادت ہے تو رمضان ہے اور رمضان ساری عمر پر محیط ہے

غزلیات 205
◆.... ہنستے ہو مجھے مل کر کبھی آنکھیں ملا دیکھو 207
◆.... بادل پہ نظر جاتی بجلی کی ضیا بھاتی 208
◆.... اہل دل جانیں ہجر کی رات کیا 209
◆.... بچا سکتی جو جنت میں وہ قربت آبرو میری 210
◆.... تن نفس کی خوراک من عشق کا تیراک 212
◆.... صلح کاروں کے مکتب میں کھلا مجھ پر یہ عقدہ ہے 215
◆.... فتنہ یہ اس کے پیار کا جانے ہوا کہاں 216

♦.... تعجب ہے اچھالا پہلے مجھ کو لامکانوں میں............ 217

♦.... ایک دن پوچھا خدا سے آدمی ہے چیز کیا............ 218

♦.... جو وفورِ بارِ عصیاں سے مرے انسان کیا............ 220

♦.... اداسی کا دارو نہیں ہے زماں میں............ 221

رباعیات............ 223

♦.... بلاغت اور محبت............ 225

♦.... سجدۂ اعزاز............ 225

♦.... مردانِ حق پرست............ 226

○.... کی پیران خود پرست کی طریقت فرعونیت پر ایک نظر

♦.... توبہ............ 226

♦.... خدا دیکھ............ 227

♦.... گستاخ بیٹا............ 227

♦.... تدبیر و تصویر............ 228

♦.... یوم قاتل............ 228

♦.... جانِ من............ 229

♦.... حق کے چور............ 229

♦.... اپنی مرضی............ 230

♦.... شیطان و زن............ 230

♦.... انسان............ 231

◆.... پردہ 231

◆.... بیت احمد ﷺ 232

◆.... بات 232

◆.... تو ہی تو 233

◆.... ہم میں خدا 233

◆.... ہم جنس باہم جنس پرواز 234

◆.... کافر چاند 234

◆.... قتل عام 235

◆.... قاتل ہے کس لیے 235

◆.... شیطان عورت کا 236

اشعار 237

متفرق 241

◆.... دنیائے فانی سے رخصتی 243

◆.... ادیان راہ نما 245

◆.... چہرہ 246

◆.... کونے میں 247

◆.... خوش بخت عورت 248

◆.... نصاب عشق کا حاشیہ 249

○.... ادھر آجاؤ مر جانا

◆.... زن 251
◆.... ثبات لا الٰہ 253
◆.... آدمی 255
◆.... صورت آدم تصویر ساجن 257
○.... توریت، حسن اور عشق یعنی خدا اور مصطفیٰؐ
◆.... کافری 259
○.... کافر معشوق کا صفاتی نام اور عاشق کا ذاتی نام
◆.... گناہ اور رحمت 261
○.... گناہ گار اور اللہ
◆.... آخر کچھ تو ہے 262
◆.... 'میں' 263
○.... یہ اسم مکرم ہے، یہ خدا کا نام ہے، اسے لوٹا دے
◆.... مصر کا بازار 264
◆.... جلالت مآب ریش 265
◆.... خدائی کے مزے 266
◆.... مار ڈالا 267
◆.... موبائل فون کا غلط استعمال 268
○.... لڑکیوں کے ہاتھ میں موبائل فون طوفان نوحؑ کی ایک صورت

تعارف دیدار لیلیٰ

حضرت علامہ شفقت فاضلی صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ جو واقف احوال و آشنائے راز ہیں وہ جانتے ہیں کہ جناب علامہ فاضلی صاحب نے اس سے قبل تصوف پر چار کتب لکھی ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ کے اٹھائے گئے سوالوں کے جوابات حضرت علامہ شفقت فاضلی صاحب نے اپنی پچھلی کتابوں، بال عزازیل، بانگ ورا اور لیلیٰ ازل کی صورت میں رقم کیے ہیں۔ یہ تمام کتب بھی شاعری ہیں۔ تاہم انہوں نے نثر میں بھی تصوف جیسے عمیق موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ کتاب کا عنوان ملاحظہ ہو: تصوف کی دنیا، محبت کی دنیا۔

یہاں حضرت علامہ اقبالؒ کے سوالات سے مراد وہ مضمون ہے جس کا انہوں نے احاطہ کیا۔ عوام کی اکثریت حضرت علامہ اقبالؒ

کو پاکستان کے بانیوں میں شمار کرتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا مقام اس سے بہت بڑا تھا۔ وہ ایک فقیر تھے۔ وہ ایک شاعر بھی تھے لیکن حضرت اقبالؒ نے کبھی بھی خود کو شاعر نہیں سمجھا۔ بلکہ خود کہا کہ، ''فن شاعری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں، ہاں! بعض مقاصد خاص رکھتا ہوں جن کے بیان کے لیے میں نے... نظم کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔''

حضرت اقبالؒ کے یہ 'خاص مقاصد' کیا تھے اور ان کے پیچھے محرک کیا تھا؟ واقف راز جانتے ہیں کہ یہ خدا کی دوستی کی بات تھی۔ خدا سے محبت کا دستور تھا جو ازل سے انسان کی فطرت میں ڈال دیا گیا تھا۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے خدا سے بے خوف ہو کر کلام کیا، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ خدا کی محبت میں خدا سے کلام کیا۔ یہ بے باکی صرف محبت کا ہی خاصہ ہے۔ شعر ملاحظہ ہوں:-

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

(بانگ درا)

پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

(بانگ درا)

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے
بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے
(بانگ درا)

اسے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر
مجھے معلوم کیا وہ رازداں تیرا ہے یا میرا
(بال جبرئیل)

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر
(بال جبرئیل)

قصور وار غریب الدیار ہوں لیکن
ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد
مقام شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد
(بال جبرئیل)

رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بے باکی
ہر شوق نہیں گستاخ ہر جذب نہیں بے باک

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامن یزداں چاک
(بال جبرئیل)

یہ صرف حضرت اقبالؒ کی دو کتابوں سے اس طرز تخاطب کی ایک جھلک ہے جو انہوں نے خدا کے لیے اپنایا۔ اس انداز گفتگو میں اپنائیت اور محبت ہے۔ بے تکلفی ہے اور بے حجابی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت اقبالؒ اپنے کسی رازدان سے بات کررہے ہیں۔ وہ اسی پہ اکتفا نہیں کرتے بلکہ انسان کے خدائی مشیر ہونے کے بھی قائل ہیں:۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
(بال جبرئیل)

یہ وہ مفہوم ہے جس کی حضرت اقبالؒ نے تو جھلک دی لیکن حضرت علامہ شفقت فاضلی صاحب نے دو قدم آگے بڑھ کر مضمون 'خدا کا خدا' لکھ ڈالا۔ یہاں 'خدا کے خدا' سے مراد نعوذ باللہ کسی باطل عقیدے کا ذکر نہیں۔ یہ صرف ایک شاعرانہ تشبیہ ہے جو باطن کے ایک کھیل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اس مضمون کی ابتدا اسی وقت ہو گئی تھی جب خدا نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عشق کیا اور انہیں معشوق بنایا۔ آپؐ خدا کے محبوب کہلائے۔ یہ انسانیت کی تاریخ کا ایک انوکھا باب ہے۔ ورنہ انسان کو خدا سے عشق روا ہے۔ یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ خدا کی محبت کا دم بھرے۔ لیکن اگر خود خدا کسی انسان کی محبت کا دم بھرنے لگے تو تمام ناممکنات، ممکنات ہو سکتے ہیں۔ عشق کا کلیہ یہ ہے کہ عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کو خود سے آگے رکھتا ہے اور محبوب کی خوشی میں خوش رہتا ہے۔
علامہ فاضلی صاحب فرماتے ہیں:

اک روز فرشتوں نے خداوند سے یہ پوچھا
دھرتی کی طرف تیری یہ تکتی ہے نگاہ کیا

کیوں کھڑکی کھلی رکھتا ہے دھرتی کی طرف تو
بیٹھا ہے وہاں کوئی ترے من کا خدا کیا

اس پر یوں خداوند نے کہا دیکھو فرشتو
وہ بندہ کمبل پوشؐ تمہیں دکھتا نہیں کیا

آیا تھا گھڑی پل کو سکوں لے گیا میرا
نہ جانے اسی دن سے مرے دل کو ہوا کیا

آنکھوں میں چمک تھی نہ نگاہوں میں سحر تھا
پھر سمجھ نہیں آتا کہ محمدؐ نے کیا کیا

(دیدار لیلیٰ)

یہ ہے وہ کتاب محبت کا آخری باب جو علامہ شفقت فاضلی صاحب نے 'دیدار لیلیٰ' میں پیش کیا ہے۔ بلھے شاہؒ نے اس مضمون کو ڈنکے کی چوٹ پہ اٹھایا۔ عشق کا راز، جو شریعت میں شامل نہ ہے، کھولا۔ جبکہ عشق مناہی میں شامل ہے کہ اس میں ملامت ہے، بلھے شاہؒ نے اعلان کر دیا کہ انہیں ہر ملامت قبول ہے۔ عشق اور شر میں کچھ ایسا ہے جو ملتا جلتا ہے۔ وہ یوں کہ عشق میں بھی خدا سے کلام کے لیے بے باکی ہے اور شر یعنی شیطان نے بھی روز ازل بے باکی سے خدا کے آگے آدم کا انکار کیا۔ لیکن ان دونوں میں صرف بے باکی ہی قدر مشترک ہے۔ وگرنہ اثرات ونتائج یکسر مختلف ہیں۔ شیطان کو راندۂ بارگاہ قرار دیا گیا جبکہ عاشق عین خدا کے قریب ہے۔ اس کی وجہ سادہ سی ہے کہ عاشق کی بے باکی میں عجز ومحبت شامل ہے۔ کہاں عاشق اور کہاں غرور!

یہ شر کا وہ راز ہے جسے کھولنے کی اجازت نہیں اور جس کو فاش کرنے کی کڑی سزا ہے۔ حضرت علامہ شفقت فاضلی صاحب لکھتے ہیں:-

ڈھونڈ لے گا وہ تجھے بر سر محشر شفقت
یہی کافر ہے جو یہ فتنہ جگاتا ہو گا

(دیدار لیلیٰ)

آغاز کائنات سے اب تک انسان نے کئی ادوار دیکھے۔ لیکن جو دور اب ہے شاید انسان نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا ہو۔ یہ سائنس و ٹیکنالوجی کا دور ہے اور انسان خدا کے کائناتی رازوں کی مسلسل کھوج میں ہے۔ سٹیفن ہاکنگ جیسے سائنسدان ان سوالوں کا جواب ڈھونڈ رہے ہیں کہ ہم اس کائنات میں کہاں فٹ ہوتے ہیں اور ہم آئے کہاں سے ہیں۔ یہ ظاہر کی دنیا ہے۔ ایٹم جیسی چیز جو خالی آنکھ سے نظر نہیں آتی اور جسے بجا طور پر غیبی یا طلسماتی شے کہا جا سکتا ہے، آج کے انسان کا محور مطالعہ ہے۔ اب سائنس دان پوری یکسوئی سے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ایٹم کے اندر سے ماضی اور مستقبل کا سراغ کیونکر حاصل کیا جائے۔

بالکل اسی طرح کی انقلابی تبدیلیاں باطن کی دنیا میں بھی رونما ہو چکی ہیں۔ اس دنیا میں انسان اب ستاروں پہ کمند ڈال چکا ہے۔ بندہ خدا سے ملتا جا رہا ہے۔ باطن کے اتنے راز کھولے جا چکے ہیں کہ خدا کے رحمان و رحیم ہونے پر یقین آ جاتا ہے۔ یہ بات اگر سمجھ میں آ جائے تو گناہ کی حکمت کھل جاتی ہے۔

خدا محبت ہے اور محبت خدا ہے۔ یہ آوازِ خلق ہے جس کو نقارۂ خدا سمجھیں۔ وارفتگیٔ محبت کا نام عشق ہے جس کا خاصہ یہ ہے کہ سوائے خداوند کے تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور یہی کارفرمائی عشق نے خدا پر کی کہ عاشق کو جلا کر اس جیسا ہو گیا۔ نیز کائنات کی پیشانی پر یہ کہاوت بھی لکھی ہے کہ آدم کو خدا مت کہو، آدم خدا نہیں لیکن خدا کے نور سے آدم جدا نہیں۔ زمانہ قبل از تاریخ سے آج تک کے روحانی سائنسدانوں نے آدم یعنی محمدؐ کو جو دیکھنا شروع کیا تو دیکھتے ہی چلے آ رہے ہیں کہ زمین و آسمان کیا یہاں تو کائناتوں کی کائناتیں کھل رہی ہیں اور خدا انکی اوٹوں سے محمدؐ کو دیکھ رہا ہے اور واہ واہ (یعنی درود) کے نعرے فضاؤں میں بکھیر رہا ہے۔ یہ ہے عشق کا کمال، یہ ہے خدا کا خدا، جو مخلوق میں سے کسی ایک کو اپنے دام میں لے کر اس کے اندر چھپے ہوئے خدا کا جلوہ دکھاتا ہے۔

عیسوی تقویم کے اعتبار سے یہ تیسرا ہزار سال یا Third Millennium ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا مشن بھی صرف محبت تھا۔ حضور محمد مصطفیٰؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے مشن کو مکمل کیا۔ ہم اپنے مشاہیر کی تاریخ دیکھتے وقت عیسوی تقویم بھی مدنظر رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ابھی چند سال قبل ہی تیسرا ملینیئم یا ہزار سال شروع ہوا ہے۔ پچھلے کوئی چالیس سالوں میں ہی ہم نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا میں جو انقلاب

دیکھا ہے وہ اس تھرڈ ملینیم کا خاصہ ہے۔

اسی تھرڈ ملینیم کا فقیر بھی اپنا مقام الگ ہی رکھتا ہے۔ وہ تصوف کی ٹیکنالوجی میں خدا کے خدا کو کھوج رہا ہے۔ یہ ہیں جناب علامہ شفقت فاضلی صاحب!! جنہوں نے شاعری کے ذریعے کچھ ''خاص مقاصد'' رازداں لوگوں تک راز کی باتیں پہنچانے کے لیے پورے کیے ہیں۔ انہوں نے اپنا فرض مکمل طور پر ادا کر دیا ہے۔ اب یہ ڈھونڈنے والے پہ منحصر ہے کہ وہ کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔

کتاب کے حوالے سے عرض ہے کہ اس کے کچھ گیارہ باب ہیں۔ ابتدا میں 'خدا کے خدا' جیسا عنوان ہے۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم جن کو مانتے ہیں وہ کسی اور کو مانتے ہیں۔ ہمارے جو محبوب ہیں ان سب کا محبوب آخر میں پھر خدا ہی ہے۔ پھر 'محبت کی دنیا' میں خدا سے محبت یا تصوف کی بات ہے۔ آگے 'خدا کے عاشق' ہیں جن میں سب سے بڑا گھرانا خود حضور احمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ، امام حسنؑ اور حسینؑ کے خدرا سے لازوال عشق کی کہانی ہے۔ 'گنج نامہ' ایک خزانے کا راز ہے جو خدا نے انسان کی صورت میں زمین پر رکھ دیا ہے اور جسے ابلیس بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ چنانچہ ابلیس، اولادِ آدمؑ سے یہی خزانہ چھین لینا چاہتا ہے۔

'مکتب ہاجرہؓ' سے مراد وہ تعلیم ہے جو انسان کا پہلا استاد یا مرشد یعنی ماں اسے عطا کرتی ہے۔ یہ حضرت ہاجرہؓ جیسی ماں کا ہی کمال تھا کہ حضرت اسماعیلؑ نے آدابِ فرزندی اور حکم والد کی تعمیل میں آمین کہا:-

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

(علامہ اقبالؒ)

'شیخ اور مرید' کے باب میں بیان ہے اس عقیدت کا جس کے ہاتھوں ایک سالک عقیدہ گنوا بیٹھتا ہے۔ یہاں درست عقیدے کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ پھر کچھ رمضان کے بابرکت ماہ میں خدا سے ملاپ کا ذکر ہے۔ آخر میں 'غزلیات'، 'رباعیات' اور 'متفرق' وغیرہ کے ابواب ہیں۔ ان سب میں 'ایک واحد' ہی چھپا ہے۔ بس اسے ڈھونڈنا ہے۔

میری دعا ہے کہ جس بھی حساس دل کو یہ کتاب پڑھنے کو ملے، اللہ عزوجل اس پر اپنے لطف و کرم سے اپنی محبت کھول دیں۔ آمین!

عامر فاضلی
حقیر خادم اسلامی تصوف دانش گاہ عالیہ
15 ستمبر 2012ء

خدا کا خدا
محبت

خدا

وہ خدا ہے جو کہ ہے وہ بالا تر، تری آہ کا اُس پہ ہو کیا اثر
اُسے کیا خبر دلِ زار کیا ، اُسے کیا خبر شبِ تار کیا

جسے پیار سے کہے شوخ تو، وہ تو پیار سے ہے نا آشنا
اُسے کیا خبر کہ ہے پیار کیا ، اُسے کیا خبر کہ ہے یار کیا

اُسے پتھروں میں نہ ڈھونڈ تو، اُسے دل میں نہ تو تلاش کر
وہ ہے اِن سے اُن سے وراورا، وہ ہے ہم سے تم سے جدا جدا

وہ ہے اپنی سوچ میں بے مثل، وہ ہے اپنے حال میں بے محل
وہ یہ کیوں سنے کہ ہے تجھ کو کیا، وہ یہ کیوں کہے کہ ہے تجھ کو کیا

وہ جہاں ہے اپنے جمال میں، وہاں ہر طرف ہی سکوت ہے
وہاں سب پہ اُسکی ہے اِک نگاہ، کیا ہے پارسا کیا ہے روسیاہ

کہا کن جو اس نے جہاں بنا ، مرے دل کا درد نہاں بنا
یہ ہے سارا کچھ ہی لکھا ہوا ، یہ لکھا ہوا ہی ہے ہو رہا

یہ راز ہے جو کتاب میں ، نہ ہی آ سکا ہے حساب میں
پھروں در بدر اسے ڈھونڈتا ، پھروں سُو بسُو اسے سوچتا

مرے خوں سے ہے یہ جہاں رنگا، مری آہ سے ہے یہ سماں بندھا
دیا کس نے یہ مجھے حوصلہ ، دیا کس نے یہ مجھے ولولہ

بنا میرے اُس کا جہاں نہیں ، بنا اُس کے میرا گماں نہیں
یہ ہیں کیا مکافات زندگی ، یہ ہیں کیا مقالات فلسفہ

لگے آنکھ اُس کے خیال میں ، کھلے آنکھ اُس کے خیال میں
شاید یہی ہے بندگی ، شاید یہی ہے لا الٰہ

مرے تن کا خون سب پی گیا، مرا من سکون سب لے گیا
اُسے سب خبر ہے یہ کیوں ہوا ، مجھے کچھ خبر نہیں کیا ہوا

شفقتؔ یہ کس کا عشق ہے ، کسی پل بھی دل کو سکوں نہیں
میری خاک کو یوں اڑا کے بھی ، کہے تو نے مجھ کو ہے کیا دیا

حشر کا حشر

خدا کا حشر میں سرِ بام آنا اور
حشر کا سر صدقے میں دینا

سرِ محشر جو لبِ بام وہ آتا ہو گا
حشر بھی کاٹ کے سر صدقے میں دیتا ہو گا

اُس گھڑی لاکھوں قیامت کے جنازے ہوں گے
جس گھڑی ناز قیامت میں نکلتا ہو گا

اک طرف راہوں میں دل کاٹ کے رکھے ہوں گے
اک طرف پاؤں سے وہ ان کو مسلتا ہو گا

کھڑا حیرانی سے ہر دل کو وہ تکتا ہو گا
جبکہ ہر دل میں چھپا اُس ہی کا چہرہ ہو گا

اُس گھڑی اُس کو دیوانوں کا تجسس ہو گا
کون ہو گا جو میرا چہرہ چُراتا ہو گا

ڈھونڈ لے گا وہ تجھے بر سرِ محشر شفقتؔ
یہی کافر ہے جو یہ فتنہ جگاتا ہو گا

حسینؑ کا حسین ﷻ٭

معراج حضرت امام حسینؑ و کشتگان تسلیم
شہدائے کربلا

پوچھا گیا حسینؑ سے اے جان دلبراں
کربل کو ہم نے کر دیا ہے رشک امبراں

جو کچھ تھا آسمانوں میں وہ تجھ کو دے دیا
جنت ہے کیا یہ مہر و ماہ صدقے ترے کیا

راضی نہیں جو اس پہ تو پھر اور مانگیے
چونکے حسینؑ اس پہ یوں اچھا تو دیجیے

٭: ﷻ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ

مانگوں ہوں کربلا میں شہادت ہو بار بار
جلووں کو دیکھنے کی اجازت ہو بار بار

ہے یاد آج تک مجھے کٹنا رکاب کا
وارفتہ دوڑ کر وہاں جھکنا جناب کا

اک اور ایسا واقعہ چاہتا ہوں دار پر
پھر آپ سے ملاپ ہو خنجر کی دھار پر

اس پر کہا خدا نے کہ چھائیں کبھی کبھی
یہ واردات عشق ہیں آئیں کبھی کبھی

علیؑ کا علیؓ

اللہ رب العزت المعروف لیلیٰ ازل

معراجِ حضرت علی المرتضےٰؑ

علیؑ کی ماں کو تھی الفت علیؓ کی
تبھی بیٹے کو دی کنیت[1] علیؓ کی
گرا دیکھا جو مرحب کو زمیں پر
بڑھی لوگوں میں پھر ہیبت علیؑ کی
یہ دیکھا تو محمدؐ نے پکارا
علیؑ میں ہے اصل طاقت علیؓ کی

1 حضرت علیؑ کی والدہ محترمہ نے اللہ کی محبت کے ثبوت میں اپنے بیٹے کا نام علیؓ بطور کنیت کے رکھا۔ قربان ایسی ماں پر جس نے خدا کا ایسا عاشق پیدا کیا کہ جس کا سارا گھرانا ہی خدا کا عاشق بن گیا۔

علیؑ پر جب کھلا عقدہ علیؓ کا
علیؑ کو مل گیا رستہ علیؓ کا
تھا نیزوں پہ جگر ٹانکا علیؑ کا
تھا روندہ جا رہا لاشہ علیؑ کا
علیؑ نے دیکھا جب جلوہ علیؓ کا
ہوا تسلیم پھر سجدہ علیؑ کا
عجب منظر تھا وہ منظر علیؓ کا
جو دیکھا اس سے پہلے نہ تھا دیکھا
عقل کی اس جگہ پر گھات نہ تھی
علیؓ سے بات تھی پر بات نہ تھی
اڑے جاتے تھے سر لاکھوں ہزاروں
ابھی تو حسن کی کوئی جہات نہ تھی
عشق تھا کہ قیامت ڈھا رہا تھا
سروں پر سر اٹھائے لا رہا تھا
کسی کی خاک اڑتی جا رہی تھی
کوئی شعلوں پہ چلتا آ رہا تھا

نظر یوسفؑ کا یوسفؓ آ رہا تھا
سنبھالا بازغہ کو جا رہا تھا
حسن یوسفؑ کا ڈوبا جا رہا تھا
زلیخا کا جنازہ آ رہا تھا
کوئی رابعہؒ سے ایسا کہہ رہا تھا
سمندر خون کا اک بہہ رہا تھا
اٹھو دیکھو حسن کے آبشارے
چلو دیکھو خداوند کے نظارے
قیامت تھی کہ ہاری جا رہی تھی
حشر تھا کہ جو مارا جا رہا تھا
بصد تسلیم جب آئے محمدؐ
خدا پردوں سے باہر آرہا تھا
علیؑ نے دوڑ کر قدموں کو چوما
ازل منزل کی جانب چ رہا تھا
علیؓ برجستہ مسکاتا کھڑا تھا
علیؑ سے دوبدو وہ کہہ رہا تھا

ہمارے واسطے تم کیا ہو لائے
علیؑ ٹھہرا تھا آگے سر جھکائے
یہ کربل کا حسینؑ ابن علیؑ ہے
حسنؑ ، زہرہؑ کے دل کی اک کلی ہے
رہا عباسؑ تو مردِ جلی ہے
وہ قاسمؑ کی ترے گردن پڑی ہے
یہ اصغرؑ دیکھ لو جھولوں میں کھیلے
لگے ہیں خلد میں حوروں کے میلے
یہ جنت کے زمیں پر تھے ستارے
ہم ان کے تھے یہ حامی تھے ہمارے
یہ جتنے تھے ہمارے واسطے تھے
محبت کے تمامی راستے تھے
کہا دھیمے سے پھر حضرت علیؑ نے
شہادت کے خداوند جلی نے
ترے آگے یہ دل کے چین کیا ہیں
ترے رستے میں یہ حسنینؑ کیا ہیں

مرے جیسے علیؑ لاکھوں ہزاروں
اگر مل جائیں تو صدقے اتاروں
تو صاحب ہے ترا رتبہ ہے عالی
میں عاجز ہوں مرا دامن ہے خالی
مرے مالک ہو میرے بادشاہ ہو
مرے خالق ہو میرے شہنشاہ ہو
میں دامن جھاڑ کر دکھلا رہا ہوں
سوالی بن کے تیرا آ رہا ہوں
تمہاری دید کی بس عید چاہوں
تمہارے پیار کی بس دید چاہوں
یہی معراج ہے ہر راج میری
محبت ہو تری سرتاج میری
یہی کہنا تھا مرحب کا علیؑ کو
نہ بچوں کو دکھا بھیجو علیؑ کو
جہاں ہے طاقت و شہرہ علیؑ کا
وہاں اب دیکھ لو مرتا علیؑ کو

تھا سب کچھ سن رہا بندہ علیؑ کا
کھڑا تھا پاس ہی مولا علیؑ کا
علیؑ کو سامنے سے پھر ہٹا کر
لگایا نعرہ حیدرؑ نے علیؑ کا
علیؑ وہ کہہ رہا تھا اس علیؑ کو
تو ہٹ جا دیکھ اب حملہ علیؑ کا
اڑا ٹھوکر سے پھر اک باب آہن
گرا مرحب زمیں پر شیرِ افگن
علیؑ جب کام کر کے چل دیا تھا
علیؑ سجدے میں شفقتؔ گر گیا تھا

مصطفیٰؐ کا مصطفیٰ ﷺ

سب سے پہلے حضور ﷺ کے نور کو پیدا کرنے کی منشا خداوندی

سنوارا آنکھ کو جب مصطفیٰؐ کی اپنے کاجل سے
کیا رخسار کو پھر والضحیٰ انوار کاکل سے

زباں کو گرمی دل سے ، لبوں کو آتشِ تل سے
نظر کو شوق منظر سے ، جگر کو دست قاتل سے

ہوا تکمیل جب یہ حلقۂ محشر حسن کامل سے
نکالا پھر فرشتوں کو خدا نے اپنی محفل سے

یہ نوری کم علم ہیں سینہ ان کا خالی ہے دل سے
دکھایا جا نہیں سکتا یہ منظر ان کو محمل سے

یہ فطرت میں عبادت کو بھی میری بھول بیٹھیں گے
کہ جب لہرا کے دیکھیں گے محمدؐ مجھ کو آنچل سے

کسی کے سر کٹے ہوں گے کسی کے دل کٹے ہوں گے
کسی کی خاک اُڑ اُڑ کر مجھے چومے گی مقتل سے

ہزاروں یوسفؑ کنعاں ، لاکھوں شبلیؒ و منصورؒ
اربوں رومیؒ و حافظؒ لگے ہونگے مرے دل سے

وہاں دل پر بنی ہوگی وہاں جاں پر بنی ہو گی
کوئی کس کو کہے کیسے نکل اس سے سنبھل اُس سے

قیامت کیا حشر کیا شور کیا ذکر شفاعت کیا
پکاریں گے سبھی اللہ ، ذرا دست تحمل سے

یہی منشا ہے شفقتؔ نورِ حق سے نور احمدؐ تک
کہ بندہ نورِ حق سے حق کو دیکھے حق کامل سے

خداؐ کا خداؐ

محبتؐ

نہ یہ صفت میں ہے نہ یہ ذات میں ہے
یہ بس آنکھ و دل کی ملاقات میں ہے

ہے گھر اس کا دونوں دریچوں کے اندر
خدا مصطفےٰؐ دونوں اس کے پیغمبر

خودی کے خدا کی نمو اس جگہ ہے
نگاہ سے دلوں کا وضو اس جگہ ہے

خُدا مشترک ہے ہزاروں جگہوں میں
حسن اس کا ظاہر ہزاروں رنگوں میں

یہی ایک یکتا ہے ، یکتا رہے گی
یہ حسنت و سیرت میں تنہا رہے گی

ہے مجنوں کی شہناز لیلیٰ اِسی سے
ہے لیلیٰ سے پُرساز صحرا اسی سے

غرض یہ کہ سب اس کے زیرِ نگیں ہیں
طلب میں اسی کے سبھی دل حزیں ہیں

یہ روح ہے خدا کی خدائی نہیں ہے
سمجھ میں کسی کے یہ آئی نہیں ہے

کہاں سے ہے آتی کہاں کو ہے جاتی
ہے کس کس کے دل کو یہ جلوہ دکھاتی

یہ نہ ہوتی تو مصطفیٰؐ بھی نہ ہوتا
گماں ہے کہ شاید خدا بھی نہ ہوتا

یہی سب کا نعرہ ہے سب کی صدا ہے
محبّت ہی شفقت خدّا کا خدّا ہے

بندہ کمبل پوشؒ

افلاک بے دل جانیں ترے ناز و ادا کیا
ہے زلف گرہ گیر کیا دل کی قضا کیا

آ پوچھ خریداروں سے اس آنکھ کی قیمت
بھر رکھی ہے اس آنکھ میں نہ جانے بلا کیا

اک روز فرشتوں نے خداوند سے یہ پوچھا
دھرتی کی طرف تیری یہ تکتی ہے نگاہ کیا

کیوں کھڑکی کھلی رکھتا ہے دھرتی کی طرف تو
بیٹھا ہے وہاں کوئی ترے من کا خدا کیا

اس پر یوں خداوند نے کہا دیکھو فرشتو
وہ بندہ کمبل پوشؒ تمہیں دکھتا نہیں کیا

آیا تھا گھڑی پل کو سکوں لے گیا میرا
نہ جانے اسی دن سے مرے دل کو ہوا کیا

آنکھوں میں چمک تھی نہ نگاہوں میں سحر تھا
پھر سمجھ نہیں آتا کہ محمدؐ نے کیا کیا

پوچھا تھا گیا عشق میں ہم کیسے لگے ہیں
دیکھا ہے حسیں ہم سا کوئی اور خدا کیا

فرمایا جہاں سر لیے بیٹھے ہیں محمدؐ
وہاں خون کے دریاؤں بھری کرب و بلا کیا

یہ آنکھ مری تاب حسن سہہ نہیں سکتی
تک کر بھی کہے جائے ابھی میں نے تکا کیا

جی میرا ابھی چاہتا ہے سدا اس کو تکوں میں
پھر سوچوں ہوں کہہ دو نہ خداوند کو ہوا کیا

شفقتؔ جو بنا دیکھے کسی دل کو چرا لے
یہ عشق نہیں ہے تو پھر ہے اور بلا کیا

مرشد آئینۂ خداوندی

لب لباب

مثنوی معنوی از حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ
عشقِ خداوندی کی آنکھ مچولی من کی چاندنی میں

جس مرد خود آگاہ پر دل تیرا فدا ہو گا
لکھا ہے یہ مثنوی میں وہی تیرا خدا ہو گا

اس آنکھ مچولی کے تو کھیل میں دیکھے گا
کہیں آنکھیں بچھی ہوں گی کہیں دل کو رکھا ہو گا

پکڑا جو گیا اس میں سر ٹانکا گیا اس کا
وہی ہونٹوں کو چومے گا وہی بانہوں میں جھولے گا

ان دونوں کی اوٹوں سے انگلی کے اشارے سے
وہ تجھ کو کہے آ جا تو اس کو کہے آ جا

شفقتؔ جہاں سانسوں میں ہر شام و سحر ہو گی
وہاں کس کی نفی ہو گی وہاں کون فنا ہو گا

چور پہ مور
(حصہ اول)

حکم بھیجا خداوند نے اراکین محبت کو
کہ چوری ہو گیا ہے دل مرا کل رازداری میں

کسی نے دیکھا ہو افلاک پر اس مرد اولیٰ کو
نظر کامل جو رکھتا ہو دلوں کی چورا کاری میں

فرشتوں نے کہا یہ سب زمیں والوں کی حرکت ہے
انہی سے پوچھیئے رہتے ہو جن کی انتظاری میں

وہی کچھ ہو گیا آ خر ہمی جو بات کہتے تھے
گنوا بیٹھو گے دل اپنا زمیں والوں کی یاری میں

دلِ یا گم گشتہ کی باتیں کبھی شفقتؔ سے مت کہنا
اڑا دے گا انہیں ظالم وہ من کی بے قراری میں

چور پہ مور

(حصہ دوم)

خدا کے مسروقہ دل کا بیان

فرشتے ایک بے درد مخلوق

آسمان اک عالم تنہائی

عرش اک ویران جگہ

خدا کے دل کا چور تو مل گیا مگر دل نے چور کو چھوڑنے سے انکار کر دیا

پتہ مسروقہ دل کا شادماں ارباب نے پا کر
عرض کی جانِ جاناں بارگاہِ عز و باری میں

عرب کا بادشاہ ہے وہ عجم کا شہنشاہ ہے وہ
حسینانِ جہاں آرا ہیں اس کی تاجداری میں

قیامت آنکھ ہے اسکی حشر اس کا سراپا ہے
دلوں کو لوٹ لے جاتا ہے اس کی انکساری میں

وہی دل لے گیا آخر من بے تاب کے ہاتھوں
کبھی نینوں میں رکھتا ہے کبھی من کی پٹاری میں

کبھی عشاق لے جاتے ہیں اس کو اپنی محفل میں
مزے وہ لوٹتا پھرتا ہے ان کی بادہ خواری میں

جو پوچھا کہ نہیں جاتا خدا کے ہاں فرشتوں میں
کہا اس نے کیا رکھا ہے وہاں کی جادہ کاری میں

وہاں نہ سانس کی گرمی وہاں نہ اشک کی نرمی
وہاں نہ قاتل و مقتل وہاں نہ حسن یاری میں

وہاں نہ ہجر کی باتیں وہاں نہ وصل کی راتیں
وہاں پہ کون بیٹھا ہے کسی کی انتظاری میں

یہیں سے عشق جاتا ہے سروں کو ٹانک کر اپنے
وہاں سے کون آتا ہے کسی کی گریہ زاری میں

ادھر دیکھو دل و جاں راستوں میں سینچ رکھے ہیں
کسی نے انکساری میں کسی نے بے قراری میں

محبت کی دنیا

تمہارا پیار

نہ جھلمل تھی ستاروں کی نہ تو بھی چاند نکلا تھا
کہ جبکہ میرے آنگن میں سویرا ہی سویرا تھا

کہا چندا نے مسکا کر کہ کل چھٹی ہماری تھی
تمہارے پاس کل شب جو تمہارا پیار بیٹھا تھا

کہاں ہم تھے، جہاں والے کلیجہ تھامے بیٹھے تھے
کہ جب پردے اُٹھا کر سامنے دلدار بیٹھا تھا

کئی مجبوریاں بھی تھیں جو شفقت حائل ہوتی تھیں
کوئی بیمار بیٹھا تھا، کوئی لاچار بیٹھا تھا

عشق آگے چل نہ پاتا تھا

عشق کا نام تو اکثر اُسے بھی یاد رہتا تھا
مگر آداب سمجھانے میں نہ کوئی ہم سا ملتا تھا

وہ محشر پیار کی دنیا میں بھی اِک فردِ یکتا تھا
محمدؐ اس کی آنکھوں میں چھپا کاجل کا دریا تھا

ہزاروں یوسفؑ و منصورؒ اُس پر جان دیتے تھے
جدھر جاتا تھا وہ محشر پہ محشر ڈھاتا جاتا تھا

اسی وارفتگی میں اس پہ بھی ایسی گھڑی آئی
کہ پہروں سوچتا رہتا تھا ، تنہا بیٹھا رہتا تھا

زمانہ کیا حشر تک ہو گیا اس کو جدائی میں
نہ وہ مجھ کو بلاتا تھا ، نہ میں اس کو بلاتا تھا

ہوا یوں کہ وہ اِک دن بام پر خاموش بیٹھا تھا
کبھی تو زلفیں لہراتا کبھی آنچل ہلاتا تھا

اچانک میں بھی جا نکلا دبے پا اس کے کوچے میں
وہ جبکہ ہر گھڑی مجھ سے حسیں چہرہ چھپاتا تھا

مجھے دیکھا تو سمٹا اور اِک کونے میں جا بیٹھا
ہوا محسوس ایسے جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا

کہا اس نے بلا پوچھے کیوں اس جانب نکل آئے
جو آتا تھا ادھر وہ پھر کبھی واپس نہ جاتا تھا

کہا پھر اُس نے دھیرے سے کیا میرے پاس بیٹھو گے
سنا ہے ایسا کلمہ وہ کسی سے بھی نہ کہتا تھا

ہزاروں چاہنے والے جب اُس کو گھیر لیتے تھے
کبھی وہ بچ نکلتا تھا کبھی وہ لوٹ جاتا تھا

کہ اُس دن شاید اُس پر دل کا جادو چل گیا ہوگا
کبھی خاموش رہتا تھا کبھی کچھ کہنا چاہتا تھا

یہ کیا شے ہے کہ اظہار محبت ہو نہیں سکتا
کبھی آنکھیں چراتا تھا کبھی آنکھیں ملاتا تھا

نکلنے والا تھا شاید جنازہ پارسائی کا
وفا پر گامزن دل تھے ، قضا سے من نہ ڈرتا تھا

تھا میں کہ بت بنا بیٹھا تھا اس شہناز کے آگے
تھا وہ کہ میرے ہاتھوں کو ہاتھوں سے دباتا تھا

اچانک میں نے پھر اس کے لبوں کو ہاتھ سے چھوا
ادھر جو ہاتھ جاتا تھا وہ اکثر جل کے آتا تھا

مقدر دیکھئے اس دن حسن بھی مہرباں نکلا
کہ جب بھی ہاتھ جاتا تھا گلوں میں ڈوب جاتا تھا

اسی لے دے میں دونوں نے گلے ملنے کی پھر ٹھانی
یہی وہ مرحلہ تھا جس سے محشر کانپ جاتا تھا

ادھر سینے سے لپٹا تھا ادھر یہ عرض کی میں نے
یہی فتنہ ہے جس سے عشق آگے چل نہ پاتا تھا

سنا یہ تو وہ پھر سنبھلا ، سو مجھ سے دور جا بیٹھا
کہ وہ بھی ایسا ہی چاہتا تھا پر وہ کہہ نہ پاتا تھا

اسی دن بیٹھ کر پھر اس نے اک ترکیب یہ سوچی
وصل سے ایک پختہ جاں زمانہ مارا جاتا تھا

چلو اب آج سے یہ رسم بھی تبدیل کرتے ہیں
بلا لو روبرو ان کو جنہوں نے وصل مانگا تھا

یہ کہنا تھا کہ محشر میں قطاریں لگ گئیں ہر سو
جسے دیکھو وہی سر ٹانکنے کو دوڑا آتا تھا

بلا کر پھر مجھے پوچھا بتا تیری رضا کیا ہے
مرا جاتا تھا میں بھی پھر بھی اس کو دیکھے جاتا تھا

کہا میں نے مجھے اس باغ میں تنہا جگہ دیدو
جہاں وہ بھولے بسرے سیر کرنے آتا جاتا تھا

سنا جب اس نے تو مسکا کے مجھ کو یوں لگا کہنے
یہ رستہ چھوڑ رکھا ہے کبھی ہاں اس سے ناطہ تھا

کہا میں نے اے جان جاں یہ رستہ چھوڑ دو بیشک
مگر سوچو تمہیں وہ کون تھا جو کھینچ لاتا تھا

محبت ہوگی تو شفقت یہ رستے بنتے جائیں گے
بنا دیکھے بھی ہم تم سے محبت کرتے جائیں گے

پوجا

تم دید کے قابل ہو تمہیں دیکھا ہی دیکھا جائے
تم آنکھ کا کاجل ہو تمہیں آنکھ میں رکھا جائے

تری مرمریں صورت کو اس طرح تراشا جائے
رکھ کر اسے مندر میں بس پوجا ہی پوجا جائے

محشر کا تقاضا ہے جب آتے ہو اس در پر
سر کاٹ کے رکھا جائے دل کاٹ کے رکھا جائے

کاکل کی فضاؤں میں یہ دیر و حرم کیا ہیں
لہرائیں تو ہر دل کا در کھلتا ہی کھلتا جائے

کہتے ہیں قیامت کو وہ پاس آ بیٹھیں گے
سر جھکتا ہی جھکتا جائے دل بیٹھا ہی بیٹھا جائے

جس طرح کہ شفقت کو تو نے ٹوٹ کے چاہا ہے
جس آئینے میں دیکھا ہے وہ آئینہ ہی ٹوٹا جائے

صحرا میں جمالِ خداوندی

جو کل بکھرا ہوا صحرا میں تھا دیدار تیرا تھا
وہ چندا تھا کہاں افلاک پر رخسار تیرا تھا

فضاؤں کو ترے کاکل کی نکہت نور دیتی تھی
نگاہوں کو تری جادوگری مسرور کرتی تھی

ستارے دم بخود تھے اوج پر بازار تیرا تھا
تبسم کی ضیا باری میں اترا پیار تیرا تھا

وہاں تو ہم سبھی سر دینے کو تیار بیٹھے تھے
نگاہوں سے قتل کرنے کا وہ اصرار تیرا تھا

بتا شفقتؔ کہیں وہ کاوش تحریر دیکھی ہو
یہ لگتا تھا خدا نے اپنی ہی تصویر کھینچی ہو

خدا اور گدا

تعجب یہ نہیں من کا محبت آشنا ہونا
تعجب ہے دل خورشید کا برگ حنا ہونا

یہ طاقت ہے محبت کی یہ عظمت ہے عقیدت کی
پتہ لگنے نہ دینا اور تن من کا فنا ہونا

اُسی کے ہاتھ کو کعبہ نیاز شوق سے چومے
سکھاتا عشق ہے جس کو ہمارا قبلہ گاہ ہونا

اسی کو کفر کہتے ہیں اسی کو شرک کہتے ہیں
محبت سے جدا ہونا محبت سے خفا ہونا

وہاں ایسے گناہ گاروں کی بخشش ہو نہیں سکتی
جنہیں آتا نہیں ہے پیار میں مر کر خدا ہونا

دُعاؤں میں خدا سے ہر گھڑی یہ عرض کرتا ہوں
لکھیں میرے مقدر میں محبت کی سزا ہونا

جہنم ہو گی تو اُس کو بھی اپنے ساتھ رکھیں گے
لگے اچھا نہ دونوں میں کسی کا بے وفا ہونا

ملے گی خلد تو ہم اُس سے کوسوں دُور بھاگیں گے
کہ اتنا چھوٹا لگتا ہے ہمارا پر خطا ہونا

محبت کی ہے تو شفقت خُدا نے خاک سے کی ہے
نہیں دیکھا خُدا ہونا نہیں دیکھا گدا ہونا

بشر

شفقت نہ ہوتا بشر تو خالی تھا یہ جہاں
ہوتیں نہ اس آکاش کی ظلمت میں بجلیاں
اور کہتا کون عشق کو دل دے کے بے گماں
لے اس کے لالہ زار میں ڈال اپنا آشیاں
اُٹھ اور خدا کے شہر میں اپنا اعلان کر
روشن مری وفا سے تُو سارا جہان کر
اللہ کا گھر ہے دل میں اور یہ دل بشر میں ہے
اس کے سوا اب اور کیا تیری نظر میں ہے
ہے من میں نورِ عشق تو اکبر ہے بندگی
ہے اس سے دل محروم تو کافر ہے زندگی

شاہ کی بیٹی دھوبی کا بیٹا

ہوتا آیا ہے ازل سے اس طرح
نیچ کی بیٹی پہ شاہ عاشق ہوا
یا کسی شہزادی پہ کم زاد کا
آ گیا ہو دل کسی بے داد کا
بات کرنے کی نہیں پر ہو رہی
شاہ کی بیٹی کس طرح دھوبن بنی
عشق کی شاہی ہے اس کا راج ہے
اس کے آگے شاہ گدا محتاج ہے
اس کا نعرہ لامکانوں میں گیا
جو خدا کو بھی دیوانہ کر گیا

کانوں میں جب مصطفیٰؐ کے یہ پڑا
گھر کا گھر سب دے دیا راہ خدا
کربلا کا شاہ کھڑا تھا بام پر
دے دیا کنبہ وفا کے نام پر
ذرہ ذرہ عشق میں مخمور ہے
دین و دنیا میں عشق کا نور ہے
ایک پل بھی چل نہیں سکتی حیات
روک دے گر عشق فطرت کی ثبات
اس بناں ہے زندگی کیا زندگی
اس بناں ہے بندگی کیا بندگی
اس بناں نہ چشم ساقی مےَ خرام
اس بناں ہیں دین و دنیا سب حرام
بات محفل میں چلی ہے کام کی
آؤ کہانی میں سناؤں رام کی
ایک شاہ کی بیٹی تھی ہمراز دل
ایک دھوبی کا تھا بیٹا باز دل

کپڑے دھوتا تھا وہ شہزادی کے جب
سونگھتا تھا اُن میں وہ خوشبوئے لب
عاشقی میں اسکی وہ گم ہو گیا
میں رہا نہ وہ رہا تم ہو گیا
دے کے کپڑے آتی تھی جب اُس کی ماں
پہن کر شہزادی لگتی شاہ جہاں
اُس کو بھی خوشبو کوئی آنے لگی
زندگی کو زندگی بھانے لگی
مہکتی رہتی تھی اُن کو پہن کر
نیند نہ آتی تھی اُس کو رات بھر
ایک دن دھوبی نے بیٹے سے کہا
بیٹے چاہتا ہوں کہ ہو تیرا بیاہ
دیکھ اپنے دھوبیوں میں وہ قمر
کس کو چاہتی ہے ترے دل کی نظر
لے کے دوں گا وہ تجھے وعدہ رہا
تُو ہے لائق بیٹا میرا بخدا

بیٹے نے گردن جھکا کر عرض کی
ماں کو بھی کہہ دی دوائی مرض کی
باپ نے سن کر کہا اے جانِ جاں
مار نہ مجھ کو جہاں میں بے گماں
ہم گدا ہیں وہ شہنشاہِ جہاں
کیا ہماری اُس سے نسبت جان جاں
عرض کی بیٹے نے اپنے باپ سے
آج تک کچھ بھی کہا ہے آپ سے
آپ نے پوچھا تو میں نے کہہ دیا
جبکہ میں تنہا ہوں اس میں جل رہا
ماں لگی کہنے کہ بیٹا آج سے
میں دھوؤں گی کپڑے اس کے ہاتھ سے
تو لگانا ہاتھ نہ ان کو کبھی
اس طرح یہ آگ کم ہو گی تری
سن کے بیٹا بات اُس کی مر گیا
وعدہ پورا پیار کا وہ کر گیا

لے کے دھوبن جب گئی کپڑے وہاں
دیکھیں شہزادی نے تب تبدیلیاں
کپڑے جب پہنے تو وہ کہنے لگی
آج کس نے دھویا ان کو اماں جی
ان میں وہ پہلی طرح کی بو نہیں
آج میرے من میں وہ خوشبو نہیں
آج کیوں دل میرا لہراتا نہیں
ایک سایہ تھا نظر آتا نہیں
کیا ہوا احساس یہ جاتا رہا
تھا جو میرے پاس وہ جاتا رہا
رو کے دھوبن نے کہا بیٹی سنو
سر پہ جو بیتی ہے وہ میری سنو
بیٹا میرا تھا ، مرا جان و جگر
دھوتا تھا وہ کپڑے تیرے رات بھر
رات ہی کو وہ سکھاتا تھا انہیں
اور تہہ دل سے لگاتا تھا انہیں

چومتا رہتا تھا ان کو رات دن
دیکھتا رہتا تھا ان کو رات دن
اُس کے سانسوں کی تھی خوشبو ان میں جاں
بیٹھنے دیتی تھی تجھ کو وہ کہاں
آج وہ بیٹا مرا جاتا رہا
تھا سہارا وہ مرا جاتا رہا
رو رہی ہوں اُس کے غم میں رات دن
ہو گیا ہے یہ میرا لاغر بدن
سن کے شہزادی کو سکتہ ہو گیا
ایسے لگتا تھا کہ تن من کھو گیا
رو کے پھر کہنے لگی ماں جان من
کس جگہ اس کو کیا تو نے دفن
رو کے دھوبن نے کہا آ ساتھ چل
دیکھ اپنی جان کا نوری محل
ڈال کر چہرے پہ چادر چل پڑی
حشر تھا یا تھی قیامت اُس گھڑی

لے کے جب پہنچی مزار یار پر
بجلی اک کڑکی دل نزار پر
قبر تکتے تکتے فوراً شق ہوئی
کود کر شہزادی اُس میں حق ہوئی
پھر ہوئی بند دیکھتے ہی دیکھتے
ایک ہو گئے جسم دو مہکتے
بادشاہ کو جب ملا پیغام یہ
پھیلا حسن و عشق کا کہرام یہ
قبر کھودی اور شاہ نے کیا تکا
سر ہے شہزادی کا اور دھڑ مرد کا
زندہ باد اے عشق زندہ باد شد
تو جہاں ہے وہ جہاں آباد شد
تیرے بن بربادیاں بربادیاں
تو جہاں ہے شادیاں ہی شادیاں
دل خدا کا بھی ترے سنگ شاد ہے
تو جہاں شفقت ہے گھر آباد ہے

نہ شکایت نہ گلہ

ترے پہلو میں کبھی ایسا جہاں رہتا تھا
جس کے افکار میں اٹھتا سا دھواں رہتا تھا

نہ تھے افلاک تو تُو کیسے یہاں رہتا تھا
رہنے والا تھا جو دل کا وہ کہاں رہتا تھا

نہ تھی تصویر تری نہ ہی شناسائی تھی
نہ تھی آنکھ ترے غم میں جو بھر آئی تھی

نہ تھی مدہوش طبع تیری نہ ہوشیاری تھی
نہ کہیں پیار ترا تھا نہ کہیں یاری تھی

بے ادا آنکھوں کی رہتی یہ کجل کاری تھی
بے خطا زُلف کے پیچوں کی ضیا باری تھی

جو بھی تھا پاس ترے اُس پہ گماں طاری تھا
میں نہ ہوتا تو ترا ہونا بھی انکاری تھا

اپنے ہاتھوں سے مرے تن کو بنایا تو نے
دل کے گوشے پہ سر عرش سجایا تو نے

سر افلاک یہ فن اپنا دکھایا تو نے
ہوا تکمیل تو دھن اپنا لٹایا تو نے

مجھ کو پھر سینے سے لگا سوئے صحرا نکلا
ہر طرف اپنا دکھاتا ہوا چہرہ نکلا

ذرہ ذرہ تھا وہاں حسن کا شیدا تیرا
پرتوئے نور سے جلوہ تھا ہویدا تیرا

بیخودی تھی کہ اٹھا جاتا تھا پردہ تیرا
ہر طرف بہتا نظر آتا تھا دریا تیرا

اب کہیں سوز نہیں ساز کی آواز نہیں
دل میں محمود نہیں عشق میں ایاز نہیں

ہر طرف ساز عقیدت کی کلاکاری ہے
نہ کہیں سوز دروں ہے نہ حزن طاری ہے

ہر طبع عشق خداوندی سے انکاری ہے
بلکہ یہ نام ہی ترا ہے کہ اب بھاری ہے

ذکر ہو حور و خلد کا تو کٹے جاتے ہیں
ذکر ہو تیری طلب کا تو اُٹھے جاتے ہیں

کس طرح شوق ہوا تجھ کو مرا یاد نہیں
کس طرح مجھ کو کہا جان وفا یاد نہیں

کس طرح بانہوں میں تھا مجھ کو لیا یاد نہیں
کس طرح ہونٹوں کا تھا بوسہ لیا یاد نہیں

ہاں اک ہلکا سا منظر ہے جو یاد آتا ہے
چیر کر سینہ مرا دل یہ نکل جاتا ہے

کس طرح شوق و محبت میں گزارے دن تھے
کس طرح جان وفا ہم نے سنوارے دن تھے

کس طرح حسن تمہارا تھا تمہارے دن تھے
کس طرح عشق ہمارا تھا ہمارے دن تھے

نہ کبھی عشق میں اپنے واں کمی آتی تھی
نہ کبھی آنکھوں میں اپنے واں نمی آتی تھی

ہر گھڑی اوج محبت پہ ستارہ رہتا
ہر قدم اعلیٰ و بالا یہ ہمارا رہتا

شور افلاک سے ہر آن کنارہ رہتا
عشق میں ہوش ہمارا نہ تمہارا رہتا

جس طرف اپنا گزر ہوتا سحر ہوتی تھی
خلد ہوتی تھی اُدھر دید جدھر ہوتی تھی

کج گھڑی کیسی تھی وہ جس نے آ گھیرا ہم کو
اک طر ف تم کو کیا ایک طرف پھیرا ہم کو

آن وحدت میں گیا چھوڑ سویرا ہم کو
ایک دوجے کا اب بھول گیا چہرہ ہم کو

جبکہ سائے کی طرح ہم میں صبا رہتی تھی
دل کے آنگن میں وفا بن کے ضیا رہتی تھی

وہ بھی دیکھا ہے جہاں یہ بھی جہاں دیکھا ہے
سر افلاک ترا کون و مکاں دیکھا ہے

یہ بھی ہے یاد کہیں عرش نہاں دیکھا ہے
سارے دیکھے ہیں مگر تجھ سا کہاں دیکھا ہے

یہ جہاں بانی تری ہے یہ جہانداری ہے
تُو اصل چیز ہے اور ساری ریاکاری ہے

تُو ضیا بار ہے سو بار اشارے کر لے
بیٹھا چلمن سے تُو ہر طرف نظارے کر لے

عدو لاکھ گلے تم سے ہمارے کر لے
ہے اگر پیار تو پھر پیار اے پیارے کر لے

نہ پلا ساغر و مینا سے مجھے آنکھ ملا
نہ جلا پانی سے اے جان مجھے آنکھ ملا

اب کہاں آئیں گے وہ دن کہ نہاں بیٹھیں گے
ہو کے بیزار زمانوں سے مُغاں بیٹھیں گے

ہوں گے گرویدہ نظر چھپ کے جہاں بیٹھیں گے
ہو کے روپوش نہاں سے بھی نہاں بیٹھیں گے

ہم جہاں بیٹھیں گے یہ دونوں جہاں بیٹھیں گے
جتنا چاہیں کہ چھپیں پھر بھی عیاں بیٹھیں گے

یا تو تُو مجھ میں ہو گم اور ہوں میں تجھ میں فنا
نہ کہیں میرا پتہ ہو نہ کہیں تیرا پتہ

یہ ہوا ڈھونڈے بھی ہم کو تو اُڑے اس کا نشہ
ہم نفس آئے صبا اُس کی تو اُڑے کور نگاہ

آ کے پھر نور تجسس میں چھپا لے مجھ کو
میں ہوں جو پیار ترا من میں بسا لے مجھ کو

عرض کی تجھ سے ملائک نے ذرا یاد کرو
لگا لو عرش پہ تکیہ یہ زمیں رہنے دو

کہا جواب میں تو نے یہ رضا میری ہے
دلوں کو چیر جو دیتی ہے نگاہ میری ہے

ہاتھ ہے جو بھی مسیحا کا شفا میری ہے
ڈھیر کر دے جو دو عالم کو قضا میری ہے

کون ہے عشق میں عاشق کو جلا دیتا ہے
کون ہے کرم کو پتھر میں غذا دیتا ہے

رہے دنیا میں مگر دل سے نکالی دنیا
تجھے معلوم ہے کس طرح سنبھالی دنیا

تو تو کہتا تھا کہ ہے خواب و خیالی دنیا
ہوئے رخصت تو لگی حسن کی ڈالی دنیا

ضرورت

میں قدرت کی شناخت ہوں میں فطرت کی عبارت ہوں
خدا میری ضرورت ہے خدا کی میں ضرورت ہوں

محبت تو نہیں کہتا محبت تو بڑی شے ہے
وہ میری واقفیت ہے میں اسکی واقفیت ہوں

تعلق نام کا ہے، ہیں یہ دھندے سب ضرورت کے
علاوہ اِس کے وہ میری ہے نہ میں اسکی حاجت ہوں

وہ لے دے کے مرے عصیاں سے رحماں بننا چاہتا ہے
کہ جبکہ جانتا ہے وہ کہ کب میں لائق رحمت ہوں

میں اس سوداگری میں چاہوں تو کچھ اڑ بھی سکتا ہوں
کہ میں فطرت میں بندہ ہوں، بناء غرض و غایت ہوں

میں کہہ دوں گا چلو اِک بوسے پہ ہی بات مکتی ہے
وہ یہ بھی مان جائے گا کہ میں بہ مائل رغبت ہوں

تو پھر ایسی جگہ اُس کو وہاں خود ڈھونڈنی ہو گی
کہ میں طبعًا باعُجلت ہوں نازیبا ادب خلوت ہوں

مری سانسوں سے شفقت ہونٹ اُس کے جل تو جائیں گے
مگر وہ پھر بھی خوش ہو گا کہ میں اساس رحمت ہوں

حورِ خلد

کل دیکھی جھلک بام سے اِک خندہ جبیں کی
کاکل کی لب و خال کی گل چہرہ حسیں کی

چند لمحے رُکا میں بھی وہاں دیکھ کے اُس کو
تصویر نظر آتی تھی وہ خُلد بریں کی

بھولی سی نظر اور سبک چال تھی اس کی
گفتار میں کردار میں اک تال تھی اس کی

افلاک کے دم ساز کواکب و قمر کیا
یہ ہو تو اُٹھے خلد کی حوروں پہ نظر کیا

یہ دیکھ کے چند قدم اُٹھے خلد کی جانب
گر اتنی حسیں یہ ہے تو پھر کیسی ہے جنت

تھے دیکھ رہے دور سے عشاق بھی مجھ کو
آفاقِ جہاں دیدہ کے مشاق بھی مجھ کو

وہ کہنے لگے جانِ تمنا نہ ادھر جا
جنت سی تو لاکھوں ہیں تری راہ میں ادھر آ

حوروں کی طلب کج نفس شان نہیں ہے
اِن چیزوں پہ دل آئے تو ایمان نہیں ہے

احمدؐ کا دین

دین و دنیا کے عمل اکثر ہیں لذت کے لئے
کچھ تو عورت کے لئے ہیں کچھ ہیں جنت کے لئے

کیا کیا تو نے بتا اپنے خدا کے واسطے
جبکہ ہے تخلیق تیری اس کی چاہت کے لئے

تجھ سے تو بہتر علم میں عمر بن ہشام تھا
جانتا تھا لا الٰہ ہے حق وحدت کے لئے

احمدﷺ کے قتل پر بھی وہ آمادہ ہو گیا
بن گئے تھے کانٹا وہ اس کی حکومت کے لئے

جبکہ احمدﷺ کی نظر میں اس طرح کا دین تھا
نہ تو دولت کے لئے تھا نہ ہی ثروت کے لئے

ایک نعرہ تھا محمدؐ کا اے لوگو جان لو
ایک اللہ ہے جو لائق ہے محبت کے لئے

اس محبت کے عمل میں عمر ساری کاٹ دی
طائف نے لکھے صحیفے اس شہادت کے لئے

سادگیٔ عشق پر حق نے انہیں دل دے دیا
کر دیا پھر عرش خالی ان کی خلوت کے لئے

ہائے صد افسوس میں نے دل بتوں سے بھر لیا
ایک بھی کونہ نہ چھوڑا اس کی صورت کے لئے

اس کا سوز عشق اور میری متاع ساز دیکھ
وہ فقط میرے لئے ہے میں ہوں جنت کے لئے

نوریوں کو چھوڑ کر شفقتِ خدا کا ذوق دیکھ
چن لیا ہے خاک کو اپنی محبت کے لئے

شروعات

ہم تم سے کریں بات

تخصیص عبادت میں ہیں مخصوص حیوانات
نہ ان میں مفادات ہیں نہ ان میں انعامات

اک تیری عبادت کے ہیں ہر طرف فسادات
اور گھر میں خداوند کے ہیں لاکھوں حسابات

اس دن کے ترازو میں رکھا جائیگا تو بھی
جس دن کے ترازو میں رکھے ہونگے ثوابات

اس دن وہ کہے گا کہ ذرا دیکھ کے مجھ کو
لا اپنے حسینوں میں کوئی میرے جوابات

یہ زن ہے وہ جس سے سدا رہتی تھی تری بات
یہ فانی حسن جس سے تھا بھولا تو مری ذات

لے جا جو تجھے چاہئے اے طالب بے داد
یہ حسن کی خیرات ہیں یہ عشق کے صدقات

پھر بولے گا دل والوں سے وہ حسن کا سرتاج
ہم تم سے کریں بات تم ہم سے کرو بات

شفقتؔ اسی لمحے کو کہتے ہیں قیامت
جب ڈر سا لگے دل کو کہ کیسے ہوں شروعات

خاک پر خدا

عشق و محبت کی لازوال داستان

جلالت بام پر تھی ہر طرف سجدے میں خلقت تھی
جدھر دیکھا نظر آتی اطاعت ہی اطاعت تھی

کھڑے تھے لاکھوں قرأت میں پڑے تھے لاکھوں سجدے میں
ارب ہا نوری و ناری ، عبادت ہی عبادت تھی

نہ حق کو ان سے رغبت تھی نہ انکو حق سے رغبت تھی
ہو ان کو حق سے رغبت کیا عبادت ان کی عادت تھی

لبوں پر تازگی تھی اور دلوں میں ان کے خشکی تھی
زہد بے معنی لذت نظر بے مایۂ الفت تھی

اچانک خاک کی جانب اٹھیں اس ناز کی آنکھیں
کیا دیکھا اس کے سینے میں چھپی بیٹھی محبت تھی

کبھی وہ آنکھ بھر کر دیکھ لیتی حق کے چہرے کو
کبھی آنکھیں جھکا لیتی حیا بھی اس کی عادت تھی

وہ جب بھی دیکھتی تھی جھومتا تھا دل خداوند کا
یہی تھا معجزہ اس کا یہی اسکی کرامت تھی

نہ جانے کس طرح سے وہ اٹھی اور حق سے جا لاگی
کہ جب افلاک پر جانے کی نہ اس کو اجازت تھی

ہوا شہرہ زمانوں میں خداوند نے مکاں چھوڑا
کہ جب اس کو مکانوں سے الگ رہنے کی عادت تھی

کہا حق نے سنو اب میں نہ عرش پاک پر ہوں گا
اگر ہوں گا تو میں شفقت فرش کی خاک پر ہوں گا

عاشقی اللہ کرے

تُو جلا اسکی محبت کا چراغ
تُو مٹا پیشانی سے جنت کا داغ

فتنۂ محراب و داڑھی سے ہمہ از دل ڈریں
آج ہیں یہ منہ پہ اپنے کل نہ یہ منہ پر پڑیں

جلوہ گاہ ناز میں یوں عاجزی بندہ کرے
ایسا سجدہ کر کہ تجھ سے عاشقی اللہ کرے

حقیقتِ محمدیہؐ

عشقِ خداوندی کے آئینے میں

مر رہی ہے دنیا تیری زلف کی زنجیر پر
ٹانک رکھا ہے خدا نے دل تری تصویر پر

شور برپا ہے حجابوں کا وہ تالا لے گیا
لے گیا دل میرا نیچی آنکھوں والا لے گیا

ہونٹ کی مسکاں نے مارا کربلا میں شہہ سوارؑ
آنکھ کے کاجل نے لوٹا شیر یزداں ذوالفقارؑ

خاک تلووں کی ہیں تیرے شمس کیا ماہتاب کیا
ہیں گریباں چاک در پر غوث کیا اقطاب کیا

عاشقوں کا عشق تو ہے، عشق کا مولا ہے تو
شرک کے سر خاک شفقت یوں لگے اللہ ہے تو

اک کلیمؑ بندہ پرور اک کلیم دل نواز

اک خدا کی عاجزی میں اک خدا کا خاص راز
مثنوی معنوی مولانا رومؒ سے ماخوذ

وجد میں بیٹھا تھا اک مردِ خدا
اپنے حق سے تھا یوں باتیں کر رہا

آ کہ تجھ کو میں بساؤں سانس میں
آ کہ تجھ کو میں بٹھاؤں آنکھ میں

تیری زلفوں کے وہ کنڈل کھول کے
دھوؤں اس بکری کے تازہ دودھ سے

پھر بالائی سے ملوں پنڈا ترا
ایسے ہی ہو گا تو گندا پھر رہا

کون تجھ کو ہو گا نہلاتا وہاں
کون تجھ کو ہو گا سہلاتا وہاں

کیا کہیں گے بندے تیرے مر گئے
جیتے جی وہ تجھ کو تنہا کر گئے

اپنی منواتے ہیں تیری نہ سنیں
پیار کی کچھ بات ظالم نہ کریں

پاس سے گزرے کلیمؑ کبریا
دیکھا کہ ہے کیا تماشہ ہو رہا

بولے کہ او بدتمیز و بے ادب
کر دیا مفلوج تونے اپنا رب

کفر بکتا ہے تو اپنی لاگ میں
ڈالا جائے گا سقر کی آگ میں

توبہ کر لے شرک سے فجور سے
مانگ معافی تو ربِ غفور سے

نور سے کر کے جدا اس نور کو
کہہ کے موسیٰؑ چل دیے کوہ طور کو

پہنچے تو دیکھا تھے ناگفتہ آثار
برہمی میں تھے خدائے روزگار

بولا اے موسیٰؑ ہے یہ اخلاق کیا
توڑا دل تونے مرے مشتاق کا

تُو فقط ہے رازداں پیغمبری
تُو کہاں سمجھے زبانِ عاشقی

جا کہو اس کو کہ پھر نہلا مجھے
معاف کر دو جو کہ ہے بولا تجھے

پھر ہوا یہ کہ تھی آگے دلبری
اور منت کش تھی پیچھے سروری

بولے موسیٰؑ اے فقیر کبریا
میں کہ ناواقف ہوں تیرے راز کا

آ کہ کنڈل کھول دے ہر زلف کا
آ نہلا اور خوب مل مل کر نہلا

لا ہے وہ دودھوں بھری بکری کہاں
لا وہ خیر و برکتیں ٹھہری کہاں

دیکھ شفقتؔ عشق نے کیا سُدھ کیا
ایک بے خود نے خدا بے خود کیا

آخرش یہ کون ہے

محو گردش ہے ازل سے زندگانی کا سفر
دل کہیں پہ اور کہیں پر کاٹ رکھا ہے جگر

نہ خدا سے آشنا ہوں نہ خدا مانوس ہے
جس جگہ بھی آنکھ کھولی ہوتا یوں محسوس ہے

چل رہا ہے ساتھ میں ناآشنا چہرہ کوئی
مضطرب ہے میرے ملنے کو یہاں جلوہ کوئی

رات جب بھیگے تو لے جائے ہے ٹھنڈی چھاؤں میں
میں گروں تب اس کی بانہوں میں وہ میری بانہوں میں

آخرش یہ کون ہے جو ساونوں میں جھومتا
زلف کو لہرا کے شفقتؔ ہونٹ میرے چومتا

خدا کے عاشق

علیؑ اور کعبہ

حضرت علیؑ کی کعبہ میں ولادت کی منشائے خداوندی

نبوت میں وحدت کی تجدید دیکھو
امامت کا منصب تولید دیکھو

علیؑ پہ تبھی کھولا کعبے کے در کو
بتوں سے کرے گا صفا میرے گھر کو

علیؑ نے یہ وعدہ وفا کر دکھایا
بتوں سے وہ کعبہ صفا کر دکھایا

مگر خود علیؑ کے جو بت اب بنے ہیں
اور کعبہ دل میں آویزاں کئے ہیں

انہیں کون سا اب علیؑ آ کے توڑے
بندوں کا رشتہ خداوند سے جوڑے

اسی سوچ میں اب ہے بستی خدا کی
علیؑ سے یہ اُمت نے اچھی وفا کی

شامِ کربلا

اسے شامِ غریباں نہیں اسے صبحِ امیراں کہہ

اک میلہ تھا کربل میں سر دینے کی بازی تھی
کوئی راز تھا سر بستہ وہاں اس کی غمازی تھی

فطرت تھی مروت میں قدرت تھی عنایت میں
آفاق کے ہونٹوں پر اک نغمہ طرازی تھی

لاکھوں بے نمازوں کو اک گھیرا نمازی نے
قرآں کی اشاعت تھی تجدید حجازی تھی

عشاق کی منزل میں اک سجدہ تھا وہ جس کی
تکمیل امامت تھی تشکیل نمازی تھی

کوئی نیزوں پہ ٹانکے تھے کوئی لاشوں میں بکھرے تھے
اُس حجلۂ عروسی میں کیا بندہ نوازی تھی

نادانی میں مت کہنا اسے شام غریباں تم
وہ صبح امیراں تھی وہ صبح ایازی تھی

ساجن کا دیس

عالم تھا اک سرور میں منظر تھا لاجواب
کربل میں سر بہ مست تھا وہ حسن بے نقاب

فطرت طبع شناس تھی شمر و حسینؑ کی
یہ بھی تھا لاجواب اور وہ بھی تھا لاجواب

کچھ ہو رہی تھی اس طرح ان میں مشاورت
جیسے ہوں رازدان دو آپس میں بے حجاب

لے جانا سر حسینؑ کا سجدے میں کاٹ کر
یہ دھن بھی لاجواب ہے وہ دھن بھی لاجواب

بولا کہ جیسے سر ہے یہ سرتاج سروراں
ویسے ہے اس کا شمر بھی لاکھوں میں انتخاب

جیسے کہیں گے سجدے میں سر کاٹ دوں گا میں
لکھا ہے اس بیگار پر حق میں مرے ثواب

تنہا یہ کام سجدۂ شبیرؑ کا نہ تھا
خنجر چلے نہ جب تلک اٹھتے نہیں حجاب

یہ راز آفریں چھپا دشمن کے بھیس میں
دشمن ہی تجھ کو لے گیا ساجن کے دیس میں

دنیائے خیر و شر کی یہ تاریخ دیکھ لیں
خنجر ہے جس کے ہاتھ میں لکھے وہی کتاب

عشق خداوندی کی تکمیل
دشت کربلا کے آئینے میں

خطہ ہے جو مشہور یہاں کرب و بلا کا
مدفون یہاں لاشہ ہے اس بندۂ خدا کا

دو نیم کیا جس نے قیامت کے جگر کو
دل چاک کیا جس نے خداؤں کے خدا کا

افلاک نے اس طرح کی دیکھی نہیں جنت
سینچا ہو جہاں نیزوں پہ گھر شیرِ خدا کا

کھلتا ہے فرشتوں پہ یہاں راز محبت
کرتے ہیں نظارہ وہ یہاں اہل وفا کا

مرقوم ہے اس دھرتی پہ تخلیق کی منشا
لکھا ہے یہاں دنیا میں منشور ہدیٰ کا

سیکھی ہے زمانوں نے یہاں دین کی حکمت
سمجھا ہے یہاں عشق نے بھی قاعدہ وفا کا

جھکتی ہیں یہاں مستی میں عالم کی جبینیں
بیٹھا ہے یہاں ساقی کوئی ارض و سما کا

اک حلقہ فقیروں کا یہاں جھوم رہا ہے
شائد کہ کھلا ان پہ کوئی بھید وفا کا

قیامت تو یقینی ہے مگر آتی نہیں ہے
کیونکہ یہ زمیں دیکھ چکی چہرہ خدا کا

شفقت ہے خدا جیسے جدا اپنے حسن میں
یوں عشق میں تنہا ہے پسرِ شیرِ خدا کا

یارانِ خدا

آرزوئے مرتضیٰؑ حضرت عباسؑ علمبردار
حسنِ ازل کی بارگاہ میں

چاہے دار پر ہمیں کھینچ دے چاہے ٹانک دے ہمیں سانگ پر
یہ جو کرم ہے تو یہ ہو سوا جو یہ ظلم ہے تو پھر اور کر

اسی وجد میں تھی وہ کربلا ہر فرد تھا یہی کہہ رہا
اک عرض ہے مرے ساجنا نہ ہو آنکھ سے تو ادھر ادھر

اسی پر گھرے وہ بلاؤں میں اڑے خاک بن کے ہواؤں میں
وہ بھی تل گیا تھا جفاؤں میں یہ بھی تل گئے تھے وفاؤں میں

وہ اُڑا رہا تھا نگاہوں سے یہ بسا رہے تھے نگاہوں میں
ادھر عشق تھا ادھر حسن تھا چلی دوبدو تھی خداؤں میں

فتح آخرش میں حسن کی تھی انہیں لے گیا وہ فضاؤں میں
وہاں جھوم کر یہ سمٹ گئے کسی آنکھ میں کسی بانہوں میں

عباسؑ حسنؑ مرتضیٰ حسینؑ جانِ فاطمہؓ

سجدے میں سر کٹا کٹا آخر یہ کدھر گئے

پوچھا گیا کہ وہ کون تھا جو کہ گھر کا گھر ہی یہ لے اڑا
نہ تو چھوڑے تشنہ لب کوئی نہ ہی چھوڑے جھولے وہ جھولتے

کوئی کہہ رہا تھا یہ نامہ بر آ کے دیکھ حسن جہان گر
کئی کٹ گئے اسے دیکھ کر کئی بہہ گئے دل پھوٹ کے

لگی عاشقوں کی بھڑک اٹھی چلے دامِ غم سے یہ چھوٹ کے
وہ بھی آ ملا انہیں ٹوٹ کے یہ بھی جا ملے اسے ٹوٹ کے

واں قدم قدم پہ تھے میکدے واں نظر نظر میں تھے بادیے
کئی بھر رہے تھے واں کوٹ کے کئی پی رہے تھے واں کوٹ کے

شفقتؔ سماں وہ عجیب تھا نہ تو رقص تھا نہ تھی بے خودی
اک آنکھ تھی کسی حشر کی گئی کربلا کو جو لوٹ کے

عشق خداوندی دشت کربلا کے آئینے میں

معراج حسینؑ

عیدالاضحیٰ سے عید معلّیٰ تک

ادھر تھا حسن بے پردہ نظر بازوں کے جھرمٹ میں
کہیں کنڈل تھے کاکل کے کہیں خنجر تھے کاجل کے

بلائیں خود بلائیں لے رہی تھیں سجدہ ریزی کی
مسائل جھک کے بوسہ لے رہے تھے خاک کربل کے

تکا جب آفتوں نے تو گریباں چاک کر ڈالے
پیئے گا گھونٹ پانی کی جگہ زہر ہلاہل کے

زمانہ تھم گیا تھا اور قضا پر موت طاری تھی
خدا جب بھر رہا تھا زخم خنداں اپنے مائل کے

وہ جب بھی ہاتھ رکھتا تھا زخم پھر کھلتے جاتے تھے
مسیحا ہی نہ چاہتا تھا زخم اچھے ہوں گھائل کے

تبھی زخموں کو وہ چپکے سے ہنس کر چھیڑ دیتا تھا
چلے جائیں کہیں نہ یہ حسیں رہزن مرے دل کے

جہاں وہ ہاتھ رکھتا تھا وہاں یہ ہاتھ رکھتے تھے
اُدھر درشن تھے گھائل کے اِدھر درشن تھے قاتل کے

اچانک اس گھڑی برسات پھر ہونے لگی شفقت
کہیں تھے ہونٹ قاتل کے کہیں تھے ہونٹ بسمل کے

حق کے امین

دیکھو وہ سوئے دار چلے جا رہے ہیں کون
دیکھو وہ پتھروں سے رنگے جا رہے ہیں کون

نیزوں پہ گلفشاں ہے جو دیکھو وہ کون ہے
گردن لیے پڑا ہے جو دیکھو وہ کون ہے

اس پر بھی سرنگوں ہے کہ سر کر نہیں سکے
کرنا تھا جو خدا کے لیے کر نہیں سکے

اس پر بھی ہیں درود کی تاندیں بندھی ہوئی
اس قدر پیار پر ہیں یہ آنکھیں جھکی ہوئی

جان وفا

یہ جانے نہ جانے کس کو اللہ کہتے ہیں
ہم دیوانے ہیں محبت کو خدا کہتے ہیں

محمدؐ ، علیؑ ، فاطمہؑ ، حسنؑ ، حسینؑ
ان کو سب اہل وفا جان وفا کہتے ہیں

ذرے ذرے نے جو سر کاٹ کے بھیجے ان کو
ماننے والے اسے حق ادا کہتے ہیں

قیامت آئے گی ہو گا حشر حساب اپنا
دید والے اسے عید کا ملنا کہتے ہیں

کربل میں دیدار

یہ اودھم کچھ نہیں کرتا یہ ماتم کچھ نہیں کرتا
ذکر میں ان کے رو رو کے ترا غم کچھ نہیں کرتا

اگر کرنا ہے کچھ ان سا تو سر کو ٹانک نیزے پر
یہ ٹانکا ہاتھ کاغذ کا علم پر کچھ نہیں کرتا

سمجھتے ہو کہ کربل میں ہوا دیدار کس کا تھا
کہ جس کے حسن کے آگے یہ عالم کچھ نہیں کرتا

ذکر کربل کا کرنا ہے تو سر کی خیر مت مانگو
بنا عشق خدا یہ آنکھ کا نم کچھ نہیں کرتا

ذرا آ دیکھ دھرتی پر لگے ہیں ڈھیر لاشوں کے
فدائیوں پر خدا کا تخت ارحم کچھ نہیں کرتا

خدا اور حسینؑ

جانِ دلبراں و سلطانِ عاشقاں

وہ کربل تھی یا مستانوں کے ہاں کوئی عید کا دن تھا
حرم میں تو کوئی بھی اس طرح سجدہ نہیں کرتا

محبت ہو یا تجھ کو لاکھ ہا دل ٹوٹ کر چاہے
کوئی چھ ماہ کا بچہ اس طرح صدقہ نہیں کرتا

سفر معراج کا ہو یا کوئی تقریب محشر ہو
کوئی نیزوں پہ یوں سر ٹانک کر پہنچا نہیں کرتا

بدل ڈالیں وفورِ شوق میں دیدار کی رسمیں
کوئی بھی بام سے یوں یار کو دیکھا نہیں کرتا

جہاں بھر کی بلائیں اُس گھڑی مسحور کر بل تھیں
کوئی دوزخ میں جنت کا سماں باندھا نہیں کرتا

کہا حق نے جو ان کے حق میں مجھ کو پوچھنا چاہو
تو میں بھی تنہا ان سے ایک پل رہا نہیں کرتا

دیوار لہو کی

آج حسن کے ہاتھوں میں ہے تلوار لہو کی
ساقی کے ہے پیمانوں میں مہکار لہو کی

محشر کا جگر چاک ہے دو نیم قیامت
جوبن پہ ہے آ دیکھ لے سرکار لہو کی

تلواروں کی رم جھم میں نیزوں کی گھٹاؤں میں
تیروں کی ہے برسات میں ملہار لہو کی

آنکھوں کو بچھا رکھا ہے اب ڈھیرے سے آ جا
تیرے بھی گرے ہونٹوں پہ یہ دھار لہو کی

کربل یہ نہیں یاروں کے ملنے کی جگہ ہے
معراج کو رکھ دی ہے یہ دیوار لہو کی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کہیں بیٹھی فطرت آ گہی کہے کھولے کاکل عنبریں
علیؓ وہ بھی ہے بڑا دلنشیں، علیؑ یہ بھی ہے بڑا دلنشیں

علیؓ وہ بھی ہے کہ ہے حسن میں سرِ سروراں علیؓ علیؓ
علیؑ یہ بھی ہے کہ ہے عشق میں سرِ عاشقاں علیؑ علیؑ

اک وہ علیؑ کہ فتح علیؑ اک لا فتح الا علیؓ
نہ وہ اس علیؑ سے جدا علیؓ نہ یہ اس علیؓ سے جدا علیؑ

یہ ہیں معجزات صباحسیں یہ ہیں آنکھ و دل کی کرامتیں
کبھی اس میں ہے وہ بقا علی کبھی اس میں ہے یہ فنا علی

شفقتؔ علیؓ کی دلیل میں کسی مرد حق کا کلام سن
جب اس میں وہ آتا علیؓ پھر یہ نہیں ہوتا علیؑ

صیاد دام میں

واردات عشق جب ہونے لگیں الہام میں
دیکھا تو ساقی بھی عزم رقص تھا ہنگام میں

جائے حیرت کہ وہ محشر چوم کر آغوش میں
لے گیا مجھ کو چُرا کر جلوہ گاہ عام میں

حسن بھی کہرام میں تھا عشق بھی کہرام میں
شائد دنیا ختم ہونے کو تھی بالا بام میں

ہونٹوں پر جب ہونٹ لہرائے تھے اس گلفام کے
ایسی پھر نہ ہو سکی معراج تشنہ کام میں

آسماں کیا عرش اعلیٰ بھی مرے اس خون کو
مشکلوں کے حل کی خاطر بھر رہے تھے جام میں

تھی ندا شفقت کی تھی تجھ کو خداوند کی تلاش
دیکھ وہ صیاد خود ہی آ پھنسا ہے دام میں

شہر یار کا ملاپ

وہ لمحہ لمحہ آپ کے ہر انتظار کا
گویا کہ چار سو تھا وہ موسم بہار کا

کاجل کی مار دھاڑ تھی کاکل کی کربلا
ہر حال میں دامان تھا ہاتھوں میں یار کا

ٹھانی گئی تھی اب کہ ہو معراج اس طرح
پردہ بھی درمیاں نہ ہو خنجر کی دھار کا

محشر لہو لہو ہوا دھرتی لہو لہو
پھر سجدہ خاک پر ہوا اک خاکسار کا

شفقتؔ اٹھا کے سانگ پر سر کو جو چل دیا
ہلکا سا اک ملاپ تھا اس شہر یار کا

اصغرؑ خدا کے صدقے میں

اصغرؑ کو جھولا جھاڑ کر صدقے میں جب دیا
محشر کلیجہ چیر کر قدموں پہ گر گیا

کی عرض دیکھ ساجنا ابھی ابتدا ہے یہ
جب بن کے اڑیں خاک تبھی انتہا ہے یہ

یہ حُسن تو نہیں کہ ناز و ادا کرے
یہ عشق ہے کہ گھر کا گھر نامِ خدا کرے

گنج نامہ

مقالاتِ ابلیس

ترے مستان یہ سن کر بھلا کیوں نہ مچل جائیں
گریباں چاک کر کے دشت و صحرا کو نکل جائیں

یہ ایسی داستاں ہے جس سے پتھر دل پگھل جائیں
کہ مٹی کے بشر آئیں خدا سے عشق فرمائیں

کہ اُس دن شاید اللہ نے قیامت کی بنا رکھی
کہ جس دن خاک کی مٹھی پہ اُمید وفا رکھی

اُدھر تھے نوری و ناری جسارت تھی عبادت کی
ادھر تھی ذوق میں فطرت حرارت تھی محبت کی

اُسی دن سے ہی لے کر ہاتھ میں تلوار بیٹھا ہوں
جو آتا ہے ادھر اس کو بصد تکرار کہتا ہوں

میں ہی جبریلؑ کا استاذ ہوں مقہور یکتا ہوں
لگا ہے عشق جب سے دیکھ لو پتھر ہی کھاتا ہوں

جو سر کو ٹانک دے نیزوں پہ وہ محبوب اس کا ہے
جو مر کر خاک میں مل جائے وہ مقصود اُس کا ہے

یہ کہنا تھا کسی گوشے سے اک غبار سا اٹھا
تو یہ بھی جوش میں اُس کی طرف تلوار لے بھاگا

لگا کیا فرط الفت میں کشاں عشاق آتے ہیں
خدا کے حسن کے صدقے سروں کو کاٹ لاتے ہیں

کسی کی جان جاتی ہے کسی کی خاک اڑتی ہے
کسی کی لاش قدموں سے لگی ہے پیار کرتی ہے

کوئی آنکھوں کا سرمہ بن کے اُس کی دید کرتا ہے
کوئی ہونٹوں کی سرخی چومتا ہے عید کرتا ہے

کسی کی کاجل و رخسار پر یلغار ہوتی ہے
کسی کی زلفوں میں کھو جانے پر تکرار ہوتی ہے

غرض ہر طرف یوسف کا مصر بازار لگتا ہے
مگر قیمت پہ یوسفؑ کی زمانہ ہار جاتا ہے

یہ وہ یوسفؑ ہے جس کی مال و زر قیمت نہیں لگتی
مقدر ہو تو مل جائے یہاں دولت نہیں لگتی

تماشہ دیکھ کر بندوں کا کوئے دار کے آگے
ہوا مسرور شیطاں جلوہ گاہِ یار کے آگے

لگا کہنے خداوندا بشر تخلیق کیسی ہے
عشق کرنا جو سکھلاتی ہے یہ مخلوق کیسی ہے

بلاغت سیکھنی ہے تو ہجر کی رات سے سیکھو
محبت سیکھنی ہے تو بشر کی ذات سے سیکھو

جو فارغ ہو محبت سے بشر اس کو نہیں کہتے
کرے سوداگری رب سے فقر اس کو نہیں کہتے

مگر اب کے شریعت میں ہوس کی ہے جہانداری
خدا کو بیچ کھانے کا ہے کب سے سلسلہ جاری

مگر اُس نے بھی شفقت ہاتھ میں آنا نہیں سیکھا
وگرنہ اس بشر سے وہ بھی کب کا بک گیا ہوتا

نعرۂ ابلیس

یہ کہنا تھا مرا اس حال میں اپنے خداوند سے
ترے بندوں کو تیرے پاس میں آنے نہیں دوں گا

مرے من سے مرے دل سے مری آنکھوں کے محور سے
تجھے اب دور میری جان میں جانے نہیں دوں گا

جسے پایا ہو میں نے زہد کے پرنور آنگن سے
اسے لے جائے خاکی چھین کر میرے نشیمن سے

یہ اپنی ذات کو دیکھیں یہ میری ذات کو دیکھیں
ترازو میں رکھیں اور خاک کی اوقات کو دیکھیں

عدل ہو تو ترازو میں رکھیں میری حقیقت کو
عقل ہو تو یہ اب بھی چھوڑ دیں میری محبت کو

نہیں تو میں انہیں مٹی میں ہی فی النار کر دوں گا
کسی کی جان لے لوں گا کسی کو خوار کر دوں گا
یہ اپنی ذات میں خود آپ ہی دم توڑ جائیں گے
خدا سے خلد مانگیں گے خدا کو چھوڑ جائیں گے

کبھی عقبیٰ کو مانگیں گے کبھی فردوس مانگیں گے
کبھی لہراتی زُلفوں کی صبا بردوش مانگیں گے

بہت کم ہوں گے جو منشا میں بالا بام نکلیں گے
وگرنہ سب کے سب اس شہر سے ناکام نکلیں گے

کہوں گا میں خدا سے یا کوئی اس کی جماعت ہو
کہو کردار سے میرے کسی کو کچھ شکایت ہو

میں اپنے کام میں کامل ہوں یا بیکار نکلا ہوں
مگر آدم کو تیرے دیکھ لے میں مار نکلا ہوں

تو پھر کونے پہ برزخ کے میں تنہا بیٹھ جاؤں گا
خدا کو چھوڑنے والوں کے حق میں گیت گاؤں گا

بھلی جنت میں جائیں یا کسی بھی بھاڑ میں جائیں
مجھے تو فکر اتنا ہے نہ کوئے یار میں جائیں

یار کو دیکھو

نہ خندہ جبیں دیکھو نہ مسکار کو دیکھو
ہو سانسوں میں خوشبو تو نہ گلزار کو دیکھو

نہ تیر و تفنگ دیکھو نہ تلوار کو دیکھو
نہ آنکھ کے کاجل کی سیاہ دھار کو دیکھو

نہ زُلف گرہ گیر کی شب تار کو دیکھو
نہ تل کے سلگتے ہوئے انگار کو دیکھو

رحمت کو نہ دیکھو نہ گنہگار کو دیکھو
نہ ہجر کے آلام کی بھر مار کو دیکھو

افلاک کی منزل میں نہ دیوار کو دیکھو
ہو جائے اگر پیار تو پھر پیار کو دیکھو

ہونٹوں پہ تبسم سے اگر پھول کھلے ہوں
پھر پھولوں کو چومو نہ پھر خار کو دیکھو

شفقتؔ نہ تماشائے جہاندار کو دیکھو
دل میں جو چھپا بیٹھا ہے اُس یار کو دیکھو

ڈر نہیں لگتا

یہ دُنیا گھر نہیں لگتی وہ عقبیٰ گھر نہیں لگتا
کھلی عصیاں کی جب حکمت خدا سے ڈر نہیں لگتا

بس اتنی شرط ہے رحماں بھی کچھ نازک طبیعت ہو
تو پھر ادنیٰ سا بھی عاصی مجھے کمتر نہیں لگتا

سُنا ہے آج روز حشر ہے ہو گی پکڑ اپنی
سنا یہ بھی ہے اُس کے روبرو محشر نہیں لگتا

حشر کا کیا تکلف ہے ذرا سی آنکھ دکھلا دے
ہماری جان لینے میں کچھ اتنا زر نہیں لگتا

بکھر کر جان دے دیں گے ذرا تم آزما دیکھو
اگر کافر نہ ہو من میں کوئی کافر نہیں لگتا

یہاں میں نے بھی تو دل میں تری تصویر کھینچی ہے
تو پھر میں کیوں تجھے اے جان جاں آذر نہیں لگتا

وہاں تصویر کیوں کاٹی یہاں تصویر کیوں ٹانکی
وہ منظر بے حجابانہ مجھے بہتر نہیں لگتا

عشق بے باک مرا پرفتن عکاس ہے شفقت
تصور جتنا بھی کر لے مرا ہمسر نہیں لگتا

بیتابیٔ دل

نہ فطرت اس طرح کا آدمی پھر کر سکی پیدا
جو حق کے کہنے پر بھی سر کبھی اونچا نہیں کرتا

تو پھر معراج میں کیسے لگا ہو گا وہ سینے سے
نگاہ میں جو نگاہیں ڈال کر دیکھا نہیں کرتا

تمنا عشق احمدؐ پر خدا نے یوں کہا ہم سے
سوا میرے محمدؐ مجھ سے کچھ مانگا نہیں کرتا

خدا کے عشق کی بیتابیٔ دل دیکھئے شفقتؔ
کوئی معشوق ایسے وصل کا حیلہ نہیں کرتا

عادت

ہے جیسے بنی میری مفادات کی عادت
ہے ویسے بنی تیری فسادات کی عادت

چھوڑے تو پہاڑوں سے گناہوں کو بھی چھوڑے
پکڑے تو بدل جائے انعامات کی عادت

جب روئے ندامت میں کوئی بندہ تمہارا
تب رحم میں ڈھل جائے تری ذات کی عادت

اُٹھتی ہیں شب تار میں جب بھیگی یہ آنکھیں
بل کھائے ترے من میں ملاقات کی عادت

اس واسطے تھے راتوں کو وہ صحرا میں جاتے
سمجھی تھی دیوانوں نے تری رات کی عادت

انجانے میں چلمن سے لگے رہنا یوں شفقتؔ
خوش لگتی ہے دل والوں کو یہ جہات کی عادت

برسات کا موسم ذات کا سنگم

برسات میں بیٹھے ہو سنگ میرے رقیبوں کے
کچھ تجھ پہ رقیبوں نے اظہار کیا ہو گا

رخسار پہ بارش کی جب بوندیں پڑی ہوں گی
اور جھوم کے موسم نے تجھے پیار کیا ہو گا

لہرا کے تبسم میں جب آنکھ اٹھی ہو گی
کاجل نے نظاروں کو انوار کیا ہو گا

رخسار سے وہ بوندیں جب منہ میں پڑی ہوں گی
کاکل نے بھی بوسے پہ اصرار کیا ہو گا

بھیگا ہوا آنچل جو چہرے پہ لیا ہو گا
سوئے ہوئے محشر کو بیدار کیا ہو گا

جب اتنے دیوانوں میں اک میں نہ ملا ہوں گا
پھر دل نے بتا تیرے کیا یار کیا ہو گا

بیٹھے تھے جو سنگ تیرے کہتے بھی تو کیا کہتے
بن میرے یہ موسم بھی بیکار گیا ہو گا

شفقتؔ بھی کھڑا دیکھے منظر یہ دریچوں سے
اس سے بھی کسی دل نے اقرار کیا ہو گا

جبرئیلؑ دیکھ کر بتا کیسے ہیں مصطفٰےؐ

حسن خداوندی جمالِ مصطفٰےؐ کے آئینے میں

اک روز فیضیاب تھا درِ آستاں بتولؑ
بیٹھے تھے سر بہ مست سر عاشقاں رسولؐ

اتنے میں فرش خاک پر جبرئیلؑ آ گئے
دیکھا جو حسن معنوی تو جھلملا گئے

پھر بولے جبرئیلؑ سے برجستہ مجتبیٰؑ
جبرئیلؑ دیکھ کر بتا کیسے ہیں مصطفٰےؐ

بولا کہ اک ہنگام ہے عالم میں جلوہ گر
کاٹا ہے جس کی آنکھ نے جبرئیلؑ کا جگر

محشر کا سینہ چاک ہے افلاک تار تار
دھرتی پہ خوں آشام ہیں جنت کے لالہ زار

صورت یہ تری زیرک پرکار پر نہیں
چہرہ یہ ترا آئینہ افکار پر نہیں

حیرت زدہ جمال ہے وحدت کے جام میں
جو کچھ بھی کام ہے یہاں فطرت ہے دام میں

پھر بولے جبرئیلؑ سے لہرا کے مصطفیٰؐ
بے شک ہے مجھ سے حسن میں آگے مرا خدا

کل ہو گا سامنا مرا جب اس کے سامنے
محشر پھنسے گا دام میں محشر کے سامنے

مقتل میں ہو گی جس گھڑی قاتل کی ابتدا
پوچھے گا دیکھ مصطفیٰؐ کیسا ہوں میں خدا

بولوں گا مصطفیٰؐ تو نہ جانے کدھر گیا
آنکھوں میں ڈوب کر تری احمدؐ بکھر گیا

ڈھونڈوں محمدؐ کو مگر وہ مل نہیں رہا
اس کا نہ جانے کیا ہوا اے جانِ جاں وفا

بولے گا پھر خدا کہ اس محشر کو ٹال دو
محمدؐ کو ڈھونڈ کر مری آنکھوں میں ڈال دو

کیسے سنبھالیں عشق میں من آشکار کو
ہم بھی چلے ہیں ڈھونڈنے جانِ بہار کو

جیسے کہ عاشقی بنا جینا روا نہیں
ایسے محمدؐ کے سوا رہنا مزا نہیں

شیطان کی انسان سے دشمنی کیا ہے

اگر شیطان انسان کا دشمن ہے تو کیا انسان بھی شیطان کا دشمن ہے

کل محفل سماع میں تھا فتویٰ یہ شیخ کا
جس پر طبیب آج کا کیسے کرے کلام

اعجاز ہو کہ جادوگر ہیں سحر آنکھ کے
ساجن کرے حلال ہے دشمن کرے حرام

تو پھر لگی یہ چوٹ کہ یہ سروری ہے کیا
اللہ تمہارے پیار میں یہ دشمنی ہے کیا

چونکا گیا اس پر مجھے خالق کا اقتباس
ہے اس پہ دشمنی کہ تو بھٹکے نہ میرے پاس

تیری یہ بندگی بنی اس کی وہ بندگی
جب کہ کٹے نہ یار بن دونوں کی زندگی

اس پر بھی دونوں طرف ہے پردہ اٹھا ہوا
تو میری روح میں وہ ترے خوں میں چھپا ہوا

تو جستجوئے حسن ہے پیکر خیال کا
چھن چھن کے جا رہا وہاں درشن جمال کا

شفقتؔ سراپا بن کے آ طالب جمال تُو
آنے نہ دے اسے وہاں وقت وصال تُو

خدا کا کھوج

کعبے کو پتھر دے دیا مندر کو کج کلاہ
اپنے وہ گھر بنا کے نہ جانے کدھر گیا

افکار بے کنار کے لنگر اٹھا دیے
اپنے گھروں کے ناخدا پتھر بنا دیے

لغزش کو میری دیکھ کر امبر دہل گئے
عصیاں کو چوم چاٹ کر پتھر نگل گئے

زم زم کو خوں رلا گیا چہرہ اداس کا
اس کو نہ قطرہ مل سکا من کی پیاس کا

گنگا جگہ نہ پا سکی قرب حبیب میں
مُردوں کی راکھ آ گئی اس کے نصیب میں

مندر میں سورگ حرم میں جنت کا میل ہے
ان میں خدا کا کچھ نہیں عورت کا کھیل ہے

کچھ کو مرے سب کچھ کیا سب کچھ کو کچھ کیا
سب کچھ کیا من کا نہ ظالم نے کچھ کیا

من لے گیا جہاں کا وہ لے کر جگر گیا
چالاک بے وفا وہ دل لے کر مکر گیا

وہ کیوں بتانِ حرم کے قدموں پہ سر رکھے
جو تجھ کو مانگتا ہے وہ پتھر کو کیا کرے

پوچھا پتہ تو اس نے یوں ہنس کے پتہ دیا
دیکھا جو چاہو مجھ کو تو نیزوں پہ چل کے آ

شفقتؔ خدا کی کھوج میں کھوجی جدھر گئے
کعبہ و مندر راہوں میں ان کی بکھر گئے

تجدیدِ عشق

خدا اور میں

مندر میں تُو پتھر سے مری بات کرے کیا
کعبے کو بغل لے کے کھڑا رات کرے کیا

کہنے کو تو کہتے ہو مرا جاتا ہوں تم پر
جو نہ مرے مجھ پہ وہ کم ذات مرے کیا

اب ہوں گی نہ وہ باتیں کسی راہگذر میں
کیوں کہ ہیں یہ سب گھاتیں فرشتوں کی نظر میں

شفقتؔ ہو وصل سانسوں میں من بات کو ترسے
ہر اپنی ملاقات ملاقات کو ترسے

یار کی شرارتوں کا نام عشق ہے

اور یہی بارِ امانت ہے

دے رکھے ہیں آدم کو جو اختیار و خرابات
دراصل خداوند کے ہیں من کے فسادات

ان جرم و خطاؤں کا ہنر سیکھا ہے کس سے
ابلیس تو تھا میری طرح صرفِ عبادات

عصیاؤں میں یہ ڈوبی ہوئی حمد و مناجات
ان رنگیں فسادات میں ہیں کس کے مفادات

یہی بار امانت تھا جسے سونپ کے مجھ کو
پھر کہہ دیا یہ عشق ہے کرنا نہ شکایات

لمحۂ فکریہ

تب اور کسی عذر پہ انکار نہ ہو گا
ہونگے جو نہ دل والے تو دیدار نہ ہو گا

گمنامی میں کچھ خلد کی تقسیم تو ہو گی
محشر کا مگر گرم وہ بازار نہ ہو گا

کچھ ہونگے وہاں جنکو نظر ڈھونڈتی ہو گی
کچھ ہونگے بنا جن کے یہ اظہار نہ ہو گا

بولے گا خدا کل جو گنہگاروں کو لاؤ
اس کا کیا بنے گا جو گنہگار نہ ہو گا

تلبیسِ ابلیس

لب لباب گنج نامہ از شیخ حرم حضرت ابن عثمان مکیؒ

سیر دنیا سیر عقبیٰ لا الٰہ
بن وجود مصطفےٰؐ حق لاپتہ

ہے دل ابلیس اشرار حسن
ہے یہی فتنہ ازل سے عشق کا

عاشقوں کو اسکی ہمت کے بغیر
در نہیں ملتا کسی معشوق کا

جس خزانے کی خدا نے دی خبر
وہ خزانہ ہے اصل مرد خدا

دیکھا جب ابلیس نے تو کہہ دیا
یہ ہے بندہ جو خدا نہیں بیچتا

یہ کہ ہے صیاد اس کے دام میں
یہ کہ ہے ہر سینے میں ہی دھڑکتا

کیوں نہ دنیا جاں کرے اس پہ نثار
تو نے بھی آخر اسے دل دے دیا

کر کے نیچی آنکھیں حق سنتا رہا
وجد میں ابلیس تھا سب کہہ رہا

اس پہ پھر حق نے کہا ابلیس کو
شرم کر کچھ بھرم رکھ دربار کا

کیا کہیں گے نوری ناری دیکھ کر
اس خدا کا خاک پر دل آ گیا

رخ بدل کر پھر خدا کہنے لگا
لعنتی ہے اس کا نہ کرنا گلہ

ہوا و ہوس

خاک جب تک ہو نہ پیشانی سرائے خاک پر
سجدہ کوئی مستحب ہوتا نہیں افلاک پر

کل تھی عورت جس سے چھوٹی تھی بہار آسماں
آج جنت آ گئی ہے تیرے اس کے درمیاں

چہرہ حسن خیر کی تصویر کر رکھا ہے کیا
اور من میں دیکھ اپنے تو نے بھر رکھا ہے کیا

ایک بھی کونہ ہوا و ہوس سے خالی نہیں
جس پر عورت نے گرہیں زلف کی ڈالی نہیں

غرض دنیا سے بھری سنت کی یہ جولانیاں
دیکھ کر شفقت انہیں جھک جائیں نہ پیشانیاں

شر اور منشائے ایزدی

پڑ گیا قرعہ اسی کے نام کا
آدمی نکلا بڑے وہ کام کا

پتا کاٹا اس سے پھر دربار کا
تاکہ پھر مسئلہ نہ ہو دیدار کا

کیسے طے کرتا وہ خاص و عام کو
یا مجھے تکتا یا اپنے کام کو

جٹ گیا وہ پھر ہمارے کام پر
اب بفضل پہنچا اپنے بام پر

شر بناں شفقت جہاں کس کام کا
یہ جواں نہ ہو جواں کس کام کا

مکتب ہاجرہؓ

آدم کے کمال وزوال

تُو شوخیٔ دنیا ہے تُو مستی عقبیٰ ہے
اے کاش اگر سمجھو یہ راز اصل کیا ہے

تُو سمٹے تو قطرہ ہے تُو پھیلے تو دریا ہے
حیران ملائک ہیں کہ اس میں چھپا کیا ہے

پھنس جائے جو کاکل میں اڑ جائے جو کاجل میں
پھر ذلت دنیا ہے پھر شامت عقبیٰ ہے

وہ آنکھ ستم گر کی مل جائے اگر اس کو
پھر وسعت صحرا ہے پھر حسنت لیلیٰ ہے

پی لے جو مچل کر یہ اک جام محبت کا
پھر کعبے کا کعبہ ہے پھر عرش معلیٰ ہے

رکھ دے جو دہن اپنا اس ناز کے قدموں پہ
پھر حق کی زباں ہے وہ جو منہ سے یہ کہتا ہے

آزاد خدا کر دے گر اس کو زمانوں سے
پھر لینے اسے کعبہ خود حرم سے آتا ہے
فطرت جو نہ کر پائے وہ کر کے یہ دکھلا دے
وحدت کا یہ گیسو ہے قدرت کی تمنا ہے

جب چھوڑ کے اللہ کو اللہ سے خلد مانگے
افسوس ہے پھر اس پر کس چیز پہ مرتا ہے

احرام بھی باندھا تھا چکر بھی لگائے تھے
بیگانگیٔ دل کا پھر وہ ہی تقاضا ہے
آنکھوں نے تجسس میں کعبے سے یہ پوچھا تھا
محبوب کے کوچے کا یاں کون سا رستہ ہے
وہ کہنے لگا واللہ یہی دیکھوں ہوں میں اب تک
کوئی حور کو چاہتا ہے کوئی خلد کو جاتا ہے
بیٹھے ہیں جگر تھامے اک طرف خلیلؑ اپنا
اک طرف ذبیحؑ اپنا دل کاٹ کے بیٹھا ہے
سب تکتے ہیں مروہ کو جہاں ہاجرہؓ بیٹھی ہے
سب دوڑتے پھرتے ہیں کوئی اس کی نہ سنتا ہے

اس طرف عدو دیکھو رستے میں خداوند کے
بے خوف و خطر ہو کر آرام سے لیٹا ہے

جو لاتا ہے چھپ چھپ کر ایمان کو سینے میں
وہ اس کے یہاں آ کر لٹوا کے ہی جاتا ہے

کہتا ہے چلو پچھلے عصیاں تو ہوئے معافی
پھر ہونگے سو دیکھیں گے تب مولا ہی آقا ہے

چاہتے ہو اگر جانا اس ناز کی گلیوں میں
دیکھو وہ خلیلؑ اپنا بیٹا لیے بیٹھا ہے

اک ہاتھ میں خنجر ہے اک ہاتھ ہے سینے پر
یہی دیں کی حقیقت ہے یہی دین کی منشا ہے

زوجہ ہے کہ قدموں میں شوہر کے جھکی جائے
یہی ماں کی خطابت ہے یہی بیٹے کا بستہ ہے

کرنا ہے اگر حج تو والد کے قدم چومو
وہی شاہ ہے زمانے کا جو باپ پہ مرتا ہے

حج بیت اللہ کی حقیقت

بانیانِ دینِ مصطفوی حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کا پیغام

جہاں تک انسان وہاں تک آواز

حج نام حقیقت میں ہے ماں باپ کو دیکھو
سرتاپا خداوند کے انعامات کو دیکھو

ماں جھونکا ہے جنت کا پدر جلوہ خدا کا
من بستی کا اک کعبہ اک قبلہ وفا کا

اللہ نے قلم دان دیا ہاتھ میں ان کے
عصیاں کی شفاعت کا گناہوں کی سزا کا

جبرئیلؑ کا سر سینچے گا اک نام پہ تیرے
ماں باپ کی خدمت کا غلامی کی جزا کا

بھر بھر کے نگاہوں سے لٹائیں گے محمدؐ
مر مر کے تجھے ہو گا واں دیدار خدا کا

شفقت یہ زر و مال یہ عزت یہ بہاریں
ثمرہ ہے ترے گھر میں سب ان کی دعا کا

حقوق والدین بمقابلہ حقوق زوجہ

اقرار نکاح خوانی میں حق مہر کی بندش
اخلاصِ نیت میں ہے زوجہ کی خرابات

بعد اس کے جو حق زوجہ کا کچھ رہ گیا باقی
نفقہ میں عمر بھر کے ادا ہوں گے حسابات

اولاد جفاکاروں میں ہے مرکز دنیا
درکار خداوند کو نہیں ان کے جوابات

حق ان کے ادا کرنے کا کیا ذکر کریں ہم
نہ جن میں ثوابات ہیں نہ جن میں انعامات

ہاں دفتر افلاک میں ماں باپ کے حق میں
احکام ہوا کرتی ہے اولاد کو ہر بات

جب دیکھو ہو ماں باپ کو تو بولو ہو مر کر
بخشی ہے خداوند نے انہیں حسن کی خیرات

آواز میں ٹھنڈک ہو نگاہوں میں تبسم
ہونٹوں پہ ہوں اتمام محبت کے تبرکات

شفقتؔ یوں محبت کے سزاوار جہاں میں
رب تم سے کرے بات تم رب سے کرو بات

صورت گر خدا سیرت ساز مصطفٰے

آخر یہ ہیں کہاں

نہ کعبے میں گھر ان کا نہ در ہے مدینے میں
ہے جلوہ گری ان کی ماں باپ کے سینے میں

وجداں میں چلا ملنے اللہ سے محمدؐ سے
کوئی کہتا ہے کعبے میں کوئی کہتا مدینے میں

خوش باشی میں فطرت کے تب پہلو میں دل دھڑکا
جھانکا تو انہیں دیکھا ماں باپ کے سینے میں

افلاک تھے سکتے میں لولاک تھے حیرت میں
جب گونجی سر جنت یہ بات قرینے میں

ماں باپ کی صورت میں ہم گھر میں تمہارے ہیں
کیوں چھوڑ کے تم ان کو جاتے ہو دفینے میں

یہی غوث و جلی تیرے یہی قطب و ولی تیرے
یہی اول و آخر ہیں ترے گھر کے مدینے میں

نہیں تیرا کوئی حامی دنیا میں سوا انکے
چلو ان کے قرینے سے رہو ان کے سفینے میں

اللہ سے دعا مانگی جب ماں کے وسیلے سے
لہرا کے مجھے جنت لے لیتی ہے سینے میں

شفقتؔ اٹھو چلتے ہیں والد کی زیارت کو
بے پردہ خدا دیکھیں دھرتی کے نگینے میں

اربابِ دانش خود سوالیہ نشان

آخر یہ خودکش ہیں کون

نہ دم سفاک پر ہے نہ خم افلاک پر
یہ عجب محشر بپا ہے وادیٔ لولاک پر

خودکشی پہ چشم بینا کہہ رہی ہے سر بکف
دوزخی خوں پینے والے آگئے ہیں خاک پر

من گیا مرکز گیا تن سے وفا کا سر گیا
مضطرب تھا سینے میں جو وہ خدا کا گھر گیا

خون کے دریا میں ہے اب کشتی اپنے پاپ کی
یہ پکڑ اللہ کی ہے اور بد دعا ماں باپ کی

عیدالاضحیٰ

عشق کی جذب و مستی میں خدا سے ملاپ کا دن

آفاق و سماوات پہ ہے کیسا جشن آج
لگتا ہے خداوند کا ہے بندے سے ملن آج

انجم سے بھگی جائیں فرشتوں کی جبینیں
عاشق کا لہو سینچے ہے دھرتی کا چمن آج

کھل جائے اگر بیٹے پہ والد کی حقیقت
سن پائے جو سورج تو لگے اس کو گہن آج

بیوی کی محبت تو غلامی کا وہ منظر
دکھتا ہے زمانوں کو وہ جنت کا صحن آج

والد کی رضا حق کی رضا جان کے بیٹا
گویا ہوا ابا سے وہ ننھا سا دہن آج

کوئی چیز سما پائے نہ اب بیچ میں اپنے
ہو جائے وہی سمجھے جو عاشق کا ذہن آج

حجاج پہ کھل جائے اگر حج کی حقیقت
ڈھل جائے ذبیحہ میں سبھی ان کا چلن آج

جنت سے بھلی چھوٹو تو پھر دیکھو گے شفقت
دیدار خداوند میں کٹے تیرا یہ دن آج

شادی اور نکاح

کاتبِ مطلق نے لکھا ہے نکاح پر حاشیہ
بندگی سرتاپا عورت مرد سرتاپا خدا

جو جھکا رکھتی نہیں ہے در پہ شوہر کے جبیں
زوجیت اسکی گناہ ہے برطرف اس کا نکاح

پھول زلفوں کی قبا ہے خار تلووں کی قبا
نور کی اپنی ضیا ہے نار کی اپنی ضیا

شادی سرتاپا ہوس ہے پیار سرتاپا نکاح
جنسیت اپنی جگہ ہے دلبری اپنی جگہ

عشق کا من عرش پر ہے حسن کا من فرش پر
عرش کا اپنا خدا ہے فرش کا اپنا خدا

چاک ہو جائیں جو شفقت یہ حجابات نظر
تو نہیں اس سے جدا وہ نہیں تجھ سے جدا

شیخ اور مرید

طریقت حجاز یا طریقت ہند

جہاد اصغر سے جہاد اکبر تک

اب کے حضرت شیخ نے من کی سنا دی
مریدوں میں کرا دی ہے منادی

تصور میں بسا لو میری صورت
اسی صورت کو مانو رب کی مورت

یہی لکھی ہے اب تفسیر تیری
یہی کھینچی ہے اب تصویر تیری

یہ حقہ چرس ہے اب آن تیری
یہی رکھی ہے اب پہچان تیری

یہی صورت ہے صورت عین اللہ
جو باقی ہے وہ سب ہے غین اللہ

یہ حقہ جب بھی گڑ گڑ بولتا ہے
حقیقت لا الٰہ کی کھولتا ہے

وہ تیرے بت شکن جو سارباں تھے
لگے بیٹھے ہیں کونے میں جہاں کے

اسی انساں پہ تھی حجت تمہاری
تجھے چھوڑے کرے پوجا ہماری

فقیہانِ حرم کو اب اٹھاؤ
دلوں سے ہم کو باہر کر دکھاؤ

بلا لیں اب نبی شیرِ خداؑ کو
چھڑا لیں ہم سے عرشِ کبریا کو

یہی کچھ کہہ گئے ہیں شیخ اکبر
طریقت کے خداوندوں کے رہبر

مگر میں پوچھتا ہوں شیخ اکبر
تھا بگڑا کس سے وہ دُنیا کا رہبر

جو کعبے میں پڑے تھے کس کے بت تھے
نبیؐ کی غیرت حق نے جو توڑے

تھا ان میں ایک بت اللہ ھو اکبر
خلیلؑ حق کا جو دُنیا کا رہبر

انہیں کے بت کو توڑا مصطفیٰؐ نے
نکالا اور سب کو مرتضیٰؓ نے

خدا کے گھر سے جب ان کو نکالا
لگایا مصطفیٰؐ نے اُس پہ تالا

لگا پھر ہاتھ اپنے عرش اعلیٰ
جسے کہتے ہیں دل ارباب بالا

عقیدے پر عقیدت کا ہے قبضہ
کہ جیسے مرد پر عورت کا غلبہ

یہ کہتے ہیں بتا اللہ ہے کیسا
کہ جس کے ہاتھ پاؤں ہیں نہ سینہ

وہ اللہ ہے کہ یا بالوں کا گچھا
ہے اس سے تو خدا پتھر کا اچھا

یہ دیکھو رب ہمارا برجماں ہے
اُڑاتا حقے سے کیسے دُھواں ہے

یہ دیکھو ناک کاں اس کے سبھی ہیں
جو قرآں نے دیئے نقشے وہی ہیں

یزداں کا ظہور

دل سے خدا کے عرش کی تختی اُتار دو
عورت ہے جلوہ گر یہاں یہ اُس کا گھر نہیں

بیٹھا ہے شیخ اللہ کا اب روپ دھار کر
اب کہ کفر بھی خوف سے آتا ادھر نہیں

بے ساز ہو کے رہ گئی فطرت جہاں گزار
اللہ کی جستجو میں کوئی بشر نہیں

شفقتؔ ظہور شر ہے یا یزدان کا ظہور
ان رازہائے بستہ پہ اُٹھتی نظر نہیں

عقیدت

عقیدت کی حقیقت کل عیاں افلاک کر دیں گے
حشر کے سامنے اس کا گریباں چاک کر دیں گے

یہ ہندو نازنیں چنچل بڑی ہی خوبصورت ہے
اسی نے ہی کہا آدم کو تو بھگواں کی مورت ہے

یہ سنتے ہی وارفتہ جھوم کر شیخ حرم آئے
جو بت توڑے تھے حضرت نے انہیں بھی ساتھ لے آئے

عقیدہ کہہ رہا تھا اس کے چنگل سے نکل جاؤ
یہ کافر کر کے مارے گی اے لوگو سنبھل جاؤ

کوئی بھی رازداں نہ ہو سکا اس آشنائی کا
کسی نے بھی نہ رُخ موڑا نظامِ خانقاہی کا

گھرے پھر لاکھوں اربوں آستاں اس کے شکنجوں میں
ستاروں سے بلند و بالا انساں اس کے پھندوں میں

گیا توحید کا چرچا رسالت کا گیا پہرہ
انہیں دونوں مقاموں پر لگایا شیخ نے جھنڈا

عقیدت بن عقیدہ شوہر کی وہ باغی عورت ہے
کہ جس سے نظر بازوں کو بڑی تسکین ملتی ہے

یہ گھر گھر شرک و بدعت کا اٹھائے جام پھرتی ہے
یہ سادہ دل فقیروں کے دلوں میں کام کرتی ہے

یہ تو میٹھی رسیلی ہے مزا جو اس کا چکھے گا
کجا ملعون ہو جائے یہاں سے پھر نہ اُٹھے گا

رسالت کو مسل ڈالا امامت کو کچل ڈالا
خدا کی ذاتِ اقدس کو زہر سمجھا اُگل ڈالا

درست عقیدہ

محبت کے گلستاں میں کبھی ساون نہیں آتے
ہو کامل عشق تو پھر سامنے ساجن نہیں آتے

وہ اللہ وہ خداوند جہاں یکتا و یکسر ہے
کہ اُس جیسا نہ کوئی شہنشاہ اپنی زمیں پر ہے

وہ اتنا خوبصورت ہے کوئی صورت نہیں رکھتا
جو ہاتھوں سے گھڑی جاتی ہے وہ مورت نہیں رکھتا

اُسے کوئی دیکھنے کی جان جاں طاقت نہیں رکھتا
اُسے پانا کجا ہے چاہنے کی ہمت نہیں رکھتا

جسے وہ مل گیا وہ گھر میں پھر دولت نہیں رکھتا
جسے وہ نہ ملا وہ پھر کہیں عزت نہیں رکھتا

مصور اعلیٰ سے اعلیٰ تہی دامان بیٹھے ہیں
ہزاروں یوسفؑ کنعان لے کر جان بیٹھے ہیں

حسینؓ و حسنؓ کیا کہیے ، علیؓ ذیشان بیٹھے ہیں
محمدؐ نور حق جیسے سخی سلطان بیٹھے ہیں

یہ کہتے ہیں کہ شاہ ناز شاید اس طرف آئے
وہ صدقے میں ہماری جان اپنے ساتھ لے جائے

بہت کم ہیں جنہوں کی ذاتِ حق سے بات بنتی ہے
وگرنا لاکھوں کی بن دیکھے ہی یاں خاک اُڑتی ہے

خدا کے حسن کی شفقت کرے تشہیر رہبر کیا
تصور میں جو آ جاتی ہے وہ تصویرِ دلبر کیا

قول کی طاقت

ایک مرشد پیر کامل قطب عالم عاصیاں
قادری و سہروردی ، نقشبند و چشتیاں

شہر میں مثل صبا ہر طرف اس کی دھوم تھی
کر رہا تھا راہبری وہ ہر گھڑی اس قوم کی

بیٹھے تھے سب چاہنے والے سو ادب سو جان سے
اور وہ چندا ستاروں میں تھا بیٹھا شان سے

چلتے چلتے اک مسافر ان سے اتنا کہہ گیا
کوچہ میں حضرت پڑا ہے آپ کے کتا مرا

اس کو اٹھوا کر خدارا مہربانی کیجئے
بو سے اس کی ہیں پریشاں گل فشانی کیجئے

بیٹے کو کہنے لگے حضرتؒ جا اس کو پھینک آ
ہیں پریشاں لوگ سارے صاف کر دو راستہ

بیٹا سن کر آستاں سے باہر اپنے آ گیا
لیکن اس کو باپ کا کہنا نہ یہ اچھا لگا

گھومتا پھرتا رہا کتے کو دیکھا تک نہیں
آ گیا پھر گھوم کر واپس وہیں وہ جاں نشیں

باپ نے پوچھا بتا کتے کو پھینک آئے ہو کیا
اور لوگوں کا وہ رستہ صاف کر آئے ہو کیا

بیٹے نے اٹھ کر کہا مہتر کو ہے سب کہہ دیا
پھینک آیا ہو گا وہ اب آپ خود کر لیں پتہ

بات بیٹے کی سنی جب باپ نے اس تان سے
کر گئی بے نور محفل کو وہ اپنی بان سے

کل یہی گستاخ ہو گا پیر و مرشد عاصیاں
قادری و سہروردی ، نقشبند و چشتیاں

اس پہ آبا کی وراثت اور خلعت عام کیا
باپ کے گستاخ سے اللہ نبیؐ کا کام کیا

باپ ہے موجود گھر میں تو مہ کامل ہے تو
وارثِ برات ہے اور حامیٔ مرسل ہے تو

کعبے جانے کی ضرورت اس گھڑی اس کو نہیں
اس کا کعبہ گھر میں بیٹھا ہے یہی کر لیں یقیں

پھر اٹھا کر سر خضرؑ نے کی مریدوں پر نگاہ
اور کہا ان میں کسی کو جا کے کتا پھینک آ

راستے سے سوچ کر پھر جانے والا آ گیا
ہاتھ باندھے اور جھکا کر سر ادب سے یہ کہا

سوچ کر پلٹا ہوں حضرت پوچھوں ہوں یہ آپ سے
ہاتھ سے اس کو اٹھانا ہے یا حضرت دانت سے

حضرت اس کتے کو پھینکے کس طرح بندہ ترا
اتنا فرما دیں تو عاجز یہ گیا اور وہ گیا

بات اتنی تھی مگر محفل پہ سکتہ چھا گیا
اس ادب سے روح تلک اک زلزلہ سا آ گیا

دوڑے سن کر پھر سبھی اس حکم کی تعمیل میں
اور کتا لے گیا اپنی کوئی تحویل میں

شرح راز

وہ حکم تھا باپ کا کہنا نہ تھا
بیٹا تھا گستاخ جو سمجھا نہ تھا

وہ حکم تھا نور تھا عرفان تھا
کتا ان کی آنکھ میں رضوان تھا

لے گیا جو سر بلند انسان تھا
رہ گیا جو بے عقل نادان تھا

قول تھا جو حامل قرآن تھا
کہنے والا عارفوں کی جان تھا

دعویٔ معصیت

عصیاں بھی تاب دار ہیں رحمت بھی تاب دار
میں اس کا دعوے دار ہوں وہ ان کا دعوے دار

اس کی تو ہر جگہ پہ ہیں کامل شہادتیں
میں دعویٰ معصیت میں کمزور و نازوار

دعووں میں دونوں طرف سے جب ہوگی پیش رفت
بولیں گے حق کی طرف سے محبوبؐ کردگار

شاہد ہوں میں رحیم کا باقوت و زوار
رحمت کا بادشاہ خدا رحمت کا تاجدار

دنیا میں معصیت کے یہ جتنے حسیب ہیں
رحمت کے کاغذوں میں یہ ہوتے نہیں شمار

یہ سب کے سب اک تتمۂ رحمت جلیل ہیں
ہوں گے نہ سیر ان سے بھی رحمت کے کاروار

رکھے گا اس پہ پھر خدا دوزخ میں اپنا پیر
جا عاصیوں کو کھا کے تُو آپ اپنی بھوک مار

بھاگوں گا میں شہادت سرور کونینؐ پر
اتنے میں گھیریں گے مجھے رحمت کے شاہسوار

بھاگے گا کس طرف کو تُو دعوے سے ہار کر
یہ سن کے سر سے پا تلک میں ہوں گا تار تار

سجدے میں گر کے اس گھڑی کہہ دوں گا اے خدا
میں عاجز و غریب ہوں تُو صاحب روزگار

میری یہ کیا مجال ہے عصیاں کی فرط پر
رحمت کو تیری سمجھوں میں کمزور و نازوار

خدا اور مصطفیٰؐ کے درمیان جبرئیلؑ محبت

جبکہ محبت کا گواہ نہیں ہوتا مگر یہ وہ سچائی ہے جس پر خدا نے فرشتوں، انسانوں اور جنوں کو اپنی محبت کا گواہ بنایا ہے۔

سو یہ بھی ہتھے چڑھ گیا تجار کے

خلق کو خالق نے اپنے عشق میں شامل کیا
زینتِ صلوٰۃ دے کے حسن کو کامل کیا

گونج ہے اس کی ملائک میں سرِ افلاک پر
سحر طاری ہے صدا درد کا لولاک پر

تو درودِ مصطفیٰؐ کو لے گیا بازار میں
دلبری کو دھر لیا ہے اپنے کاروبار میں

پہلے تو تو نے خدا بیچا ہے عورت کے لیے
رہ گئے تھے مصطفیٰؐ سو وہ بھی جنت میں گئے

باقی سبزی بیچتے والوں نے سنبھالی کربلا
لے لیا ہے صدقے پنجتن میں جوار ے کدہ

کام تھا جو میرا سارے پیر و پنڈت لے گئے
رہ گیا نامِ خدا سو وہ ہے برکت کے لیے

تف کہ خالی ہے محبت سے ترے من کا ظرف
اس لئے تکتے نہیں ہیں مصطفیٰؐ تیری طرف

اے کہ رشتۂ عاشقی تیرا نہیں سرکارؐ سے
بھر لیا ہے من کو تو نے زینت بازار سے

حیف ہے بندۂ خدا من میں لئے آتش پھرے
ہو کے اُمتی مصطفیٰؐ کا مانگتا بخشش پھرے

رمضان

خدا کی دید کا مہینہ

عید کی شب

ہے چاند ترا اور ہے چاند مرا اور
تو جس پہ مرا اور میں جس پہ مرا اور

رہتا ہے سدا پردوں میں وہ دید کی شب بھی
نکلے نہ ہلال اپنا شاید عید کی شب بھی

اڑ جاؤں میں راہوں میں اگر خاک کی مانند
ہو گا نہ یقیں میری وفا کا اسے تب بھی

جب لے گئے میت کو مری اس کی گلی میں
وہ کہنے لگے دیکھو نہ ہو زندہ یہ اب بھی

کل عید میں غیروں سے اسے کہتے سنا تھا
کہہ دو یہ جفاؤں پہ مری کھولے نہ لب بھی

اس پر نہ رہا مجھ سے گیا میں نے پکارا
کیوں پیار کے مجرم یوں رہیں قید میں اب بھی

ہے جرم محبت تو یہ بے باک کریں گے
دنیا میں کریں گے سر افلاک کریں گے

کل لوگ نہائیں گے بدن پاک کریں گے
ہم راہوں میں بیٹھیں گے جگر چاک کریں گے

ہلال عید

ہلال عید پہ کل حامل رمضان ناچیں گے
نکل کر قید سے سنگ ان کے سب شیطان ناچیں گے

گیا ماہ مکرم رحمتوں کی تان ٹوٹی ہے
ہلال عید دیکھا ہے خدا سے جان چھوٹی ہے

وہ عاشق عرش پہ اپنا ادھر جب چاند دیکھیں گے
نماز عشق میں سر کاٹ کے قدموں میں رکھیں گے

کہیں گے اے خداوندا وفا میں کیا کیا ہم نے
تمہاری دید میں کٹوا دیا سر کیا دیا ہم نے

ہزاروں بار زندہ ہوں ہزاروں بار مر جائیں
تمہارے حسن کا پھر بھی نظارہ ہم نہ کر پائیں

جو حق کی آنکھ میں بھی ہو جو حق کی نظر میں بھی ہو
جو کامل خیر میں بھی ہو اور اکمل شر میں بھی ہو

دیکھا نہ ہو گا اب تلک اس بھیس کا فقیر
جو اس سے دربدر بھی ہو اور اس کا گھر بھی ہو

عیدالفطر معنویت کے آئینے میں

کلمہ جلوہ گاہ خداوندی

روزہ پناہ گاہ خداوندی

ہے کلمہ یہ کہ تو دلدار کی تصویر میں کھو جا
ہے روزہ یہ کہ زلف یار کی زنجیر میں کھو جا

بسو آنکھوں میں ایسے کہ نشہ پینے کا آ جائے
رہو بستان میں ایسے مزہ جینے کا آ جائے

تعجب کیا کہ وہ روٹھے مناتا تو پھرے اس کو
تعجب یہ کہ تو روٹھے ہنساتا وہ پھرے تجھ کو

قیامت یہ خدا خود جلوہ گر ہے تیرے سینے میں
حشر یہ کہ تجھے دیکھیں خدا کے دل کے آئینے میں

رمضان اخلاق سے
ایمان کی تعمیر کا مہینہ

رحمت و بخشش اور جنت کی لوٹ سیل
ہر عمل ایک آزمائش
لوٹنا کس کو تھا
مگر ہم نے کس کو لوٹا

اللہ نے بھی جنت کی دکانداری بہت کی
ہم نے بھی لگے ہاتھوں خریداری بہت کی

پہلے بھی سحر خوری میں اک نام تھا اپنا
افطاری میں بھی ہم نے تباہ کاری بہت کی

مُلا کے رضا کاروں نے حوروں سے نکل کر
جنت کے حسیں لونڈوں سے منہ ماری بہت کی

اجرت پہ نوافل کی شرح دیکھ کے ہم نے
اللہ کی عبادت میں ریا کاری بہت کی

اس پر بھی تعجب ہے کہ پھر اس کے کرم نے
ہم جیسے سیاہ کاروں کی دلداری بہت کی

شیطاں کی رہائی پہ نظر بازوں نے شفقتؔ
شیطان کے ہاں جشن کی تیاری بہت کی

روزہ

افطاری میں اصلاحِ نفس کا ایک منظر

جاں نثاری تھی نظر میں چاکری گفتار میں
تھی مگر چاروں طرف فرعونیت افطار میں

دیکھ کر شیطاں کو بھی تھے جاں کے لالے پڑ گئے
کھا کے سب کچھ اسکی جانب دیکھا جب افطار میں

اب کہ اتنی بڑھ گئی ہے سود کی سوداگری
اب کہ رمضاں نے اتاری آرتی افطار میں

ملاں کی آواز برحق ہے ہوا کے دوش پر
حور سحری میں چھپی ہے خلد ہے افطار میں

ہم نے بھی شفقتِ وفا میں مولوی کی مان لی
روزے ہوں کمزور بے شک زور ہو افطار میں

تصوف اور معتبر ارکان دین

کلمہ یہ ہے تو خدا سے پیار کر
عشق کے لائق ہے وہ اقرار کر

پڑھ محمدؐ ، ہے سلام جبرئیلؑ
اور انا امیؐ ہے ضرب اسرافیلؑ

یہ نمازیں اقرا پاس انفاس میں
ہے قیام. ان کا نبیؐ کے ہاتھ میں

روزہ بر آواز ہے ہر گوش میں
وہ ترے من میں ہو تو آغوش میں

تصوف اور حقیقت، رمضان عبادت

عبادت ہے تو رمضان ہے اور رمضان ساری عمر پر محیط ہے

ہے عبادت[2] کام جو سونپا گیا
ہے شریعت مصطفیٰؐ حکم خدا

ڈنڈی ماری کام میں مندا کیا
حج گیا کلمہ گیا روزہ گیا

قائم کے معنی خدا کے ساتھ رہ
ساہ بساہ ہے وہ جو تجھ کو دیکھتا

ہے یہ شفقت روحِ کل حاصل نماز
خالی پتلے کا رکوع کیا سجدہ کیا

---

2. عبادت یہ ہے کہ خدا نے جس کام کے لئے تجھے پیدا کیا، تجھے اس کا علم دے کر اس کام پر لگا دیا۔ اب اگر تو اس میں ڈنڈی مارے گا تو خدا کے ساتھ دھوکہ کرے گا۔ یہ شرک بھی ہے اور نا قابلِ معافی گناہ بھی۔

غزلیات

ہنستے ہو مجھے مل کر کبھی آنکھیں ملا دیکھو
مرا حال تو پوچھو ہو کبھی دل بھی لگا دیکھو

معلوم ہو جائے گا ہے غم کی حقیقت کیا
ہو جائے اگر عشق حال اپنا سُنا دیکھو

قیامت بھی کہیں اس کو محشر بھی کہیں اس کو
ہو مجھ سے خفا دیکھو ہو مجھ سے جُدا دیکھو

اک بار وہ مُسکا کر دیکھے جو تمہیں شفقتؔ
پھر جینا تو جینا ہے مرنے کا مزا دیکھو

بادل پہ نظر جاتی بجلی کی ضیا بھاتی
کچھ درد نہاں اُٹھتا موسم کی سمجھ آتی

بادل کے جھروکوں سے جب چاند تمہیں دیکھے
مجھ کو تمہیں تکنے کی تدبیر نظر آتی

کچھ پھول سے کھل جاتے رخسار پہ بوندوں کے
کچھ مہک مرے لب کی آ کر انہیں لے جاتی

اک بات کہ آنکھیں بھی چاہیں تو نہیں کہتیں
وہ بات ہوا آ کر کانوں میں سنا جاتی

اس سانولے موسم میں گر ساتھ نہ ہو تیرا
پھر پوچھنا تم دل سے کیا چیز ہے کھا جاتی

کہنے کو تو شفقتؔ کو آکاش بھی دیکھے ہے
اک دید تری ہے کہ محشر سا ہے ڈھا جاتی

اہل دل جانیں ہجر کی رات کیا
بے وفا سے ہو وفا کی بات کیا

کون بیٹھے گا حسن کے سامنے
شور محشر کی یہاں اوقات کیا

مرد ہی ٹانکے گئے ہیں دار پر
زن ہے کیا اور اس کی ذات کیا

معاشرے کی بیٹھا ہے جو اوٹ میں
فقر کی اس سے کریں ہم بات کیا

کل جو گزری رات ایسی رات تھی
کل سے آئیگی کبھی پھر رات کیا

جو کرے ہے زن سے شفقت عاشقی
اس سے بڑھ کر کوئی ہے کم ذات کیا

بچا سکتی جو جنت میں وہ قربت آبرو میری
نہ بڑھتی بے رُخی تیری نہ مرتی جستجو میری

سنبھالا تھا بڑا مجھ کو وفورِ شوق نے تیرے
مگر پھر بھی ہوئی رسوا حقیقت کوبکو میری

نوائے صبح گاہی یا کہ سجدہ حرم کعبہ ہو
سنائی دی نہ ان کے شور میں یہ آرزو میری

یہ مٹی کا اثر ہے یا ہوس ہے حور و جنت کی
نہ رکھی میں نے دنیا میں کہیں بھی آبرو تیری

وفا میں ایسے کافر کی سزا اب اور کیا ہو گی
اُدھر نہ گفتگو میری اِدھر نہ گفتگو تیری

یہ وعدہ تھا ترا مجھ سے کہ شاید یاد ہو تجھ کو
اڑوں میں خاک جب بن کر ہو صورت روبرو تیری

سنی جب بات یہ حق نے تو اِترا کر لگا کہنے
وہاں پھینکوں جہاں سے آ سکے نہ مجھ کو بو تیری

اسے اتراتے دیکھا تو کہا میں نے بھی مسکا کر
مری جو بو سے ڈرنا تھا تو کیوں کی آرزو میری

کہا ہٹ جا نگاہوں سے پرے کیا بات کہتے ہو
ہے دعویٰ تم کو باتوں سے مرا دل جیت لیتے ہو

کہا میں نے کہ دعویٰ یہ ازل سے تو تمہارا ہے
جہاں میں جو بھی ہے شفقت وہی عاشق ہمارا ہے

تن نفس کی خوراک من عشق کا تیراک
دل وسعت افلاک روح عالم بیباک

بیتابی میں آپ ہی آپ اٹھی ہیں نگاہیں
بندہ بھی ہو بیباک اللہ بھی ہو بیباک

ہے سجدہ وہی جس کا گناہوں سے وضو ہو
بے عصیاں بشر خاک با عصیاں بشر پاک

ہے نالہ اثر زاد تو پھر دیکھے گا محشر
یاں میرا جگر چاک واں تیرا جگر چاک

کر دے گا سقر سو نہ مرا نور دروں کو
کر دے گا جہنم کو مرا درد المناک

کہہ دیگا جہنم کو خدا دیکھ سنبھل کر
تیرے بھی خوں کو نہ کرے اس کا لہو خاک

دیکھو کہ عرش تاک میں بیٹھا ہے اسی کے
دیکھو کہ ہوئے جاتے ہیں افلاک کے در چاک

لے آ کہ اسے رکھتا ہوں میں اپنے جگر میں
نہیں اس کے لئے اور جگہ میرے یہاں پاک

تعمیر کہ جب ہوں گے مرے ذوق جنوں سے
نئے عشق کے افلاک نئے حسن کے لولاک

پوچھے گا انہیں دیکھ کے وہ فتنۂ محشر
یہ کس کے ہیں لولاک یہ کس کے ہیں افلاک

کہہ دوں گا یہ سب تاج محل تیرے لئے ہیں
ہے اس میں بدن چاک کہ ہے اس میں جگر چاک

اٹھے گا وہ پھر جھوم کے آشفتہ ستم گر
لاگے گا مرے سینے سے یوں کہہ کے وہ بیباک

جب لُوٹا شہہِ خاکاںؑ نے خود میرا نشیمن
کچھ غم نہیں دنیا میں جو اب کرتی پھرے خاک

جس دن سے قیامت نے تجھے دیکھا ہے شفقتؔ
اس دن سے ہی افسردہ نظر آتی ہے چالاک

صلح کاروں کے مکتب میں کھلا مجھ پر یہ عقدہ ہے
اگر مومن خریدا ہے تو کافر بھی خریدا ہے

لگے ہیں اپنے اپنے کام میں اسٹیج پر دونوں
انہیں یہ کیا خبر اس میں نفع نقصان کس کا ہے

کوئی لعنت پہ خنداں ہے کوئی شاباش پہ نازاں ہے
انہیں اس سے یہ کیا مطلب کہ وہ رحمان کس کا ہے

بتا شیطان کس کا ہے بتا انسان کس کا ہے
صلح کر لے خدا سے تو بھلا تیرا ہی لگتا ہے

سبھی شفقت خدا کے عشق کی ڈوری سے باندھے ہیں
سمجھ آتی نہیں مجھ کو کہ وہ یزدان کس کا ہے

فتنہ یہ اس کے پیار کا جانے ہوا کہاں
یہ جرم آنکھ و دل کا ہے اس کے گواہ کہاں

لاگی پولیس عشق نے آنکھوں کو ہتھکڑی
کتنا تھا ہوشیار وہ دیکھو چھپا کہاں

اس پر بھی لاقانونیت دے دی مجھے سزا
لیکن ہوا نہ منتخب ہو گی سزا کہاں

لاشہ اٹھا کے دار سے کاکل میں رکھ دیا
کھینچا گیا کہاں مجھے سینچا گیا کہاں

یہ بھی ضرور ہے کہ وہ کہہ کر یہ ٹال دے
جس پر مسیحا خود مرے اس کی دوا کہاں

شفقتؔ وہ چالباز ہے ممکن ہے پوچھ لے
یہ حادثہ سنگین ہے دیکھیں ہوا کہاں

تعجب ہے اچھالا پہلے مجھ کو لامکانوں میں
اٹھا کر پھر مجھے رکھا گیا یوں آسمانوں میں

لحد میں نہ ہی جنت میں ٹھکانہ مل سکا مجھ کو
ابھی تک پھر رہا ہوں میں زمینوں میں زمانوں میں

میں بندہ ہوں یا مولا ہوں بالآخر کچھ نہیں سمجھا
گھمایا جا رہا ہوں میں برابر ان مکانوں میں

ہوئی بے گام و بے منزل آوارہ بندگی میری
کبھی بوسہ گلابوں پر کبھی سجدہ چٹانوں میں

نہیں معلوم ہے میرے سفر کا اول و آخر
کہاں سے ہے کہاں تک ہے جہاں کے کارخانوں میں

لگے شفقتؔ بکھر جاؤں گا اس حالت میں بالآخر
اٹھا کر پھر مجھے کوئی چھپا لے گا ویرانوں میں

ایک دن پوچھا خدا سے آدمی ہے چیز کیا
سوز کیا ہے ساز کیا ہے زمزمہٗ مہمیز کیا

اس پہ فرمایا خدا نے عادتوں کا پھیر ہے
میں کہ دیتا جا رہا ہوں یہ کہ لیتا جا رہا

جب کسی سے چھپ چھپا کر بات ہو جائے اگر
دیکھا تو وہ سانگ پر ہے سر اٹھا کر آ رہا

ناگہاں بیٹھا ہوا بے پردہ مجھ کو دیکھ کر
کر دیا ہے دنیا بھر نے مجھ پہ دعویٰ خون کا

بعض نے دیوار و در پر اپنی آنکھیں سینچ دیں
بعض نے راہوں میں میری دل کا دیا رکھ دیا

ہو گئی ہے سب خدائی ٹوٹ کر اس کی طرف
میرے حق میں نہ شہادت نہ عدالت نہ گواہ

لگ رہا ہے کل کی بحث میں اسیری ہو مجھے
عشق نے بھر دی ہے شفقتؔ اس میں جانے کیا بلا

جو وفورِ بارِ عصیاں سے مرے انسان کیا
جو گناہوں کے حسابوں میں پڑے رحمان کیا

جو محبت میں مٹا سکتا نہیں یہ فاصلے
وہ خدا کیا مصطفےٰؐ کیا کشن کیا بھگوان کیا

منہ پہ آنچل ہونٹ مسکا آنکھیں شرمائی ہوئی
ان سے بڑھ کر دلبری کے اور ہیں سامان کیا

گوناگوں ہیں جولاں گاہیں منقبت ابلیس کی
جو نہ کھٹکے رب کے سینے میں تو وہ شیطان کیا

جو جلا دے آگ دوزخ میں تو وہ رحمان کیا
جو جلا سکتا نہیں جنت کو وہ جانان کیا

چوری میں توبہ پہ ہم کو مطمئن کرنے کے بعد
لے اڑے پھر دل کو شفقت ایسا بھی مہمان کیا

اُداسی کا دارو نہیں ہے زماں میں
مسیحا نہیں اس کا کون و مکاں میں

یہی ہے اصل میں محبت کی دُنیا
نظر جب نہ آئے کوئی جسم و جاں میں

مگر ساتھ پھر بھی ہو سائے کی مانند
کبھی اس جہاں میں کبھی اُس جہاں میں

اُداسی جلاتی ہے دن رات جن کو
وہ بے خود پڑے ہیں ترے آستاں میں

ہاں اک بات اب تک سمجھ میں نہ آئی
جو ہے عشق دُنیا ہے پھر کیوں دھیاں میں

محبت نہیں دیکھتی آسماں کو
ہے طاقت خدائی بھری اس کی جاں میں

محبت سے دھوکا خداوند سے دھوکا
محبت خدا ہے خدا کے جہاں میں

عطا جس کو شفقتؔ ہے دردِ محبت
وہ خود آگ رکھ دیتا ہے آشیاں میں

❀ ❀ ❀

رباعیات

بلاغت اور محبت

بلاغت سیکھنی ہے تو ہجر کی رات سے سیکھو
محبت سیکھنی ہے تو بشر کی ذات سے سیکھو

کہ اُس دن شاید اللہ نے قیامت کی بنا رکھی
کہ جس دن خاک کی مُٹھی پہ اُمید وفا رکھی

سجدۂ اعزاز

نہ دل سے ملائک بھی تھے سجدے پہ رضامند
نفرت سے بھرا اس سے تھا ابلیس کا دل بھی

اور تو ہے کہ کرتا ہے خدا بننے کی کوشش
وہ سجدہ ہی لے ڈوبا تجھے آج بھی کل بھی

مردان حق پرست

کی پیران خود پرست کی طریقت فرعونیت پر ایک نظر

تصور شیخ ہے جس کی طریقت
خلاف حرم ہے اُس کی عبادت

شرع ہے یہ بیاض کاغذی کی
فقہ ہے یہ بتان آذری کی

توبہ

ہر بار کسی بات پہ ہم کرتے ہیں توبہ
نہ تم سے ہنسیں گے نہ ملاقات کریں گے

جب اُٹھتی ہیں مسکا کے تری مست نگاہیں
پھر کہتے ہیں توبہ سے کہ کل بات کریں گے

خدا دیکھ

رحمت میں تری دیکھوں تو میرے گناہ دیکھ
میں تیری بقا دیکھوں تو میری فنا دیکھ
رکھتے ہیں مقابل میں یہاں دونوں کی صورت
میں اپنا خدا دیکھوں تو اپنا خدا دیکھ

گستاخ بیٹا

جہاں میں ایسے بیٹے پر حزن لولاک کرتا ہے
زمیں تو پھر زمیں ہے آسماں دل چاک کرتا ہے
جو والد کی حرم گاہ میں نظر بے باک کرتا ہے
اسے خود عاق ہاتھوں سے خداً پاک کرتا ہے

تدبیر و تصویر

نہ ہی تدبیر ملتی ہے نہ ہی تقدیر ملتی ہے
تو پھر کیسے خداوند سے تری تصویر ملتی ہے

سنا ہے رحمتیں بانٹے گا کل وہ تیرے عصیاں پر
فرشتوں کی عبادت میں کیا یہ تاثیر ملتی ہے

یوم قاتل

اسی زمرے میں تو شاید ہمیں بھیجے گا دوزخ میں
تیری نازک سی رحمت ہے اُٹھا سکے نہ غم دل کا

ادھر ہم دام میں ہونگے ادھر تو بام پر ہو گا
وہ ہو گا یوم رحمت کا یا ہو گا یوم قاتل کا

جانِ من

اللہ تو جانِ اصل ہے راحت سرور ہے
اب کے وہ جان جان میں لگتا نہیں رہا

بندہ کہ جس کی سانس میں اللہ کی سانس تھی
شاید کہ اب وہ بندہ ہی زندہ نہیں رہا

حق کے چور

تیرتھ کے پنڈت شیخ ہیں کعبے کے تاجدار
فتنہ بپا شریعتیں ملا کا روزگار

دین خدا کی مطلقاً ان کو خبر نہیں
جنت پہ چل رہا ہے مذاہب کا کاروبار

اپنی مرضی

گھمائے گا کہاں تک تو انہیں اغراض کی شہہ پر
خدا کو اپنی مرضی پر قرآں کو اپنی مرضی پر
پلٹ کر دیکھ کہ شیطان و زن اب تیری مرضی کو
جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں اپنی مرضی پر

شیطان و زن

ازل سے گھڑ کے منصوبہ چلے شیطان و زن دونوں
خدا سے آدمی کو مطلقاً ملنے نہیں دیں گے
اسی ادراک پر اب تک یہاں دونوں کا پہرہ ہے
کہ بندے کا خدا سے سامنا ہونے نہیں دیں گے

انسان

خدا کی بات تھی ہم سے کبھی قرآں کی صورت میں
یا وہ ملتا تھا دھرتی پر کسی انساں کی صورت میں
لگے بلوا لیا انساں خدا نے آسمانوں پر
کہ اب ملتا نہیں انساں کسی انساں کی صورت میں

پردہ

کھلی ہیں فتنہ زا آنکھیں فقط ہے ناک کا پردہ
جسم کی جہات کا پردہ حسن کی تاک کا پردہ
خدارا عورتو اپنے نبیؐ کی شان رہنے دو
جنابِ فاطمہؓ کی کوئی تو پہچان رہنے دو

بیت احمد ﷺ

حیدرؓ کی فقیری میں تھا پرجوش خداوند
احمدؐ تو سراپا ہی تھا محبوب کا دلبند
ان سب سے جداگانہ فقیری تھی حسنؓ کی
کچھ اور ہی تھا عشق حسینؑ ابن علیؓ کا

بات

تو شرابی ہے تجھے مے چاہیے
چاہے بوتل میں ہو چاہے جام میں
تان کر شفقتؔ ہے لمبی سو گیا
بات چل نکلی ہے خاص و عام میں

تو ہی تو

پردے کے باہر صرف میں اور تو ہے
پردے کے اندر فقط تو ہی تو ہے
لکھی دھر کے سر پر کہانی سرے کی
کہ گنجائش جس میں نہیں دوسرے کی

ہم میں خدا

دیدار وفا میں ہے تو لذت ہے جفا میں
عرفان مزے کا ہے تو بدمزگی شرع میں
تھک ہار کے اب ہم نے کیا فیصلہ آخر
جب ہم میں خدا ہے تو کیا رکھا خدا میں

ہم جنس با ہم جنس پرواز

من میں کھونے سے نہ سونے سے خدا ملتا ہے
خاک ہونے سے نہ مرنے سے خدا ملتا ہے
راز کھولا یہ کسی مرد خدا نے شفقت
مرد مردوں سے خداؤں سے خدا ملتا ہے

کافر چاند

چاند ملاں کا سر عام نظر آتا ہے
غرض مندوں کا تو ہر گام نظر آتا ہے
اپنا کافر ہے حجابوں میں چھپا رہتا ہے
من میں آئے تو لب بام نظر آتا ہے

قتلِ عام

بادل جوں چھٹیں چاند سے ہو جائے سحر شام
تو زلف جھٹک دے تو قتل گاہوں میں ہنگام

گردش میں چھلک جائے اگر آنکھ کا ساغر
محشر کا قتلِ عام قیامت کا قتلِ عام

قاتل ہے کس لیے

دوزخ نہیں تو سر پہ کلاہ سروری نہیں
جنت نہیں تو حُسن کی جادوگری نہیں

آنکھیں ہیں سرنگیں تو پھر مقتل ہے کس لیے
سر خود ہی کٹ رہے ہیں تو قاتل ہے کس لیے

شیطان عورت کا

بنا کے مرد کو بھیجا گیا سلطان عورت کا
تھی جس کو پوجتی وہ مر گیا انسان عورت کا

کیے خوں اب کے عورت نے سبھی ماں باپ کے رشتے
جہاں میں کھا گیا انسان کو شیطان عورت کا

اشعار

قالِ ابلیس

انسان

بھلی جنت میں جائیں یا کسی بھی بھاڑ میں جائیں
مجھے تو فکر اتنا ہے نہ کوئے یار میں جائیں

ہوسِ زن

ہوس عورت کی شفقت سامنا ہے دو شیطانوں سے
دیا دل جس نے عورت کو گیا دونوں جہانوں سے

خدا کے دل کے قابل

نہ ہی تم گل کے قابل ہو نہ ہی بلبل کے قابل ہو
اگر ہے عشق حاصل تو خدا کے دل کے قابل ہو

بیوی

یہ ہوس کا وجود ہے کر دے گی تیرا ناس
چوسے گی تیری ہڈیاں کھائے گی تیرا ماس

اولاد

جتنا تو ہو سکے انہیں زیب سہاگ کر
ورنہ یہ تجھ کو بھونیں گے ذلت کی آگ پر

زندگی کا گناہ

کبھی حورِ خلد میں کھو گئی کبھی در پہ یہ زناں رہی
بڑی مختصر تھی یہ زندگی افسوس ہے یہ کہاں رہی

متفرق

دنیائے فانی سے رخصتی

میت شفقتؔ فاضلی کی نقاب کشائی کے وقت تذکرات

فقہا بالا اور خداوند قدوس لیلیٰؑ ازل کا خطبۂ مرحبا

آسماں گویا ہوا سوز گیا ساز گیا
عشق کہتا تھا خداوند کا کوئی راز گیا

حسن بولا کہ مرے حسن کا انداز گیا
حق نے دیکھا تو کہا میرا نگاہ باز گیا

رہے دنیا میں تو ہر طعنہ دہن ہوتا تھا
گئے دنیا سے تو پھر سارا چمن روتا تھا

کھڑی رحمت بھی سرہانے پہ روئے جاتی تھی
در غفار پہ سر پیٹے کہے جاتی تھی

میں تو انجان تھی اس سے ہی جیے جاتی تھی
مئے عرفان تری اس سے پیے جاتی تھی

ہے وقت آج وفا کا تو وفا کرکے دکھا
ہے عشق خاک سے تو اس کو خدا کر کے دکھا

کبھی جب اس کی صداقت کا بیاں دیتے ہیں
ہم بھی اب خاک کے پتلے کو جہاں دیتے ہیں

ہم اسے اپنا دہن اپنی زباں دیتے ہیں
ہم اسے اپنا جگر اپنی یہ جاں دیتے ہیں

مرحبا خاک مجھے تو نے جہاندار کیا
مجھ کو غفار کیا خود کو گناہ گار کیا

ادیان راہ نما

دین دنیا داراں دین منت است
دین دیں داراں دین جنت است

دین عشاقاں را جنت خاک نیست
روبرو دیدار حق لولاک نیست

جز بے طاعت مصطفیٰ زنار تو
جز بے عشق لا اللہ بے یار تو

چہرہ

خُدا کے نور ازلی سے ہوا تزئین یہ چہرہ
رہا کرتا خدا کے عشق کی تلقین یہ چہرہ

ہاں رکھو داڑھیاں بیشک لو باندھو سر پہ عمامے
بدل لیتے ہیں بہروپی بھی یوں عین الیقیں چہرہ

اگر خالق سے مخلص ہو سکا نہ اس کے بندوں سے
تو پھر اُس چہرے کی شفقت کرے توہین یہ چہرہ

کونے میں

ہے دعویٰ پارسائی کا تو دیکھو میں نے ازلوں سے
لگا رکھا ہے ہر اک پارسا افلاک کونے میں

ہوا محسوس جب تکرار تھی تخلیق آدم پر
ہے بھر دی زہد نے ان کے بغض میں آگ سینے میں

یہ آدم اس گناہ کی جب تلک معافی نہیں دے گا
لگے بیٹھے رہیں گے اس وقت تک پاک کونے میں

گناہ کی سان ہی توڑے کمر اس پارسائی کی
اسی کا عجز ہی بندے کو کر دے چاک کونے میں

وہاں محشر بھی دیکھے گا قیامت بھی ملائک بھی
لگے گی جب مچل کر میرے دل سے خاک کونے میں

خوش بخت عورت

اسی خوش بخت عورت کو ملے جاگیر شوہر کی
سجا رکھی ہے جس نے آنکھ میں تصویر شوہر کی

ہے جو ناواقف آداب پُر تفسیر شوہر کی
اسے سر سے قدم تک کاٹ دے شمشیر شوہر کی

چھڑا سکتا نہیں شفقت کوئی بھی ناخدا اس کو
ہوئی جس زن کی گردن میں پڑی زنجیر شوہر کی

نصاب عشق کا حاشیہ

ادھر آ جا ادھر جانا

جہانِ دل میں دل والے اسی کو پیار کہتے ہیں
ادھر نیزوں پہ سر آنا ادھر چلمن کا گر جانا

نہ محشر کو خبر ہو نہ قیامت کو خبر ہونا
نگاہوں کا ہے ملنا کیا زمانوں سے گزر جانا

چھپائے پھر رہے ہوں گے وہاں عشاق دل اپنے
خدا جب خود وہاں ان کو دکھائے گا جگر اپنا

ملائک نظر بازوں کا نظارہ کر رہے ہوں گے
جہاں صدقے میں وہ دیدار کے بانٹیں گے سر اپنا

لگی ہر دل میں جب اپنی خدا تصویر دیکھے گا
کہے گا کس نے شیشے میں اتارا ہے حشر اپنا

وہ کیا مشاق ہے جس نے مری تصویر کھینچی ہے
وہ میرا جھوم کر اٹھنا وہ اس کا چوم کر جانا

کہے گا پھر اسے مشاق میں نظروں میں تھا تیری
بنا رکھا ہے اس چلمن میں اِس کافر نے گھر اپنا

یہیں پہ بیٹھ کر میں نے تری تصویر کھینچی ہے
یہی وہ گھات ہے جس کی نہیں تجھ کو خبر جاناں

نصاب عشق پر شفقتؔ نے جب یہ حاشیہ لکھا
خدا اس دم پکار اٹھا ادھر آ جا او مر جانا

زن

اسے اسرار زن کہیے یا پھر زنار زن کہیے
کہ کس خوبی سے اس نے تنہا اپنا مرد نر مارا

ہوس کی بھینٹ چڑھنے کو لگا بیٹھا ہے کونے میں
یہی تھا مرد وہ جس نے سمندر کا مگر مارا

کہا حق نے ہوا پیدا کوئی نہ آج تک ایسا
کہ جس نے میرے مردوں میں ہو کوئی مرد نر مارا

یہ ظالم نفس کے بندے ہیں عورت کے پجاری ہیں
جہاں میں ان کا مرنا کیا ہو جیسے کوئی خر مارا

گئی جھک رابعہؒ کہہ کر در اقدس پہ مالک کے
کہ کس نے اس طرح دلدار کے ہے گھر کا در مارا

بٹھا کر جڑ دیا تالا خدا کے اس طرح گھر کو
جو چاہوں دیکھ لیتی ہوں ذرا سا کھول کر در کو

ثبات لا الٰہ

وحی کیا ہے رسال مرکزیں است
بدست روح امینؑ قلب نبیؐ است

ایں دفتر خیر و شر اسرار عالم
ایں سوز حرم ساز آذری است

فقر نہ روح امینؑ نہ مرکزیت
کلام روبرو در عاشقی است

نہ منت خلد نہ عرض شفاعت
ہے جبکہ قصر جنت قاسمی است

نہ ذلت پرسش عصیاں نہ محشر
فسادات دو عالم سے بریں است

نہ ایں جا شرک و زندیقی نہ بدعت
حقیقت میں اصل ایں زندگی است

ہے دیں اس کا محبت ہی محبت
وصال و ہجر جملہ کیفیتیں است

ہے شفقتؔ منشا حق منشا محمدؐ
ثبات لا الہ باقی نفی است

آدمی

اعلان مصطفیؐ ہے یہ ڈنکے کی چوٹ پر
اک آدمی کے سر پہ ہے انسانیت کا سر

لکھا ہے اپنے من سے تم شیطاں اتارنا
نہ کہ خدا کی صورت انساں کو مارنا

دین خدا کے دوش پر کمبل وہ ڈال کے
دھرتی کو دینے آ گیا درشن جمال کے

سرتاپا نور آفریں خاکِ زمیں سے پاک
ڈلوا رہا ہے عشق میں اپنی جبیں پہ خاک

چادر بچھا رہا ہے وہ قاتل کے پاؤں میں
شربت پلا رہا ہے وہ ظالم کو چھاؤں میں

افلاک سے یقین کر بالا ہے آدمی
کافر ہو چاہے مومنیں اعلیٰ ہے آدمی

صورت آدم تصویر ساجن

توریت

حسن اور عشق یعنی خدا اور مصطفےٰ

کہا حق نے تصویر اپنی بنائیں
محمدؐ زمیں پر کسے جا لگائیں

ہوئی جب مکمل یہ تصویر میری
محمدؐ نے جلوہ گری اس کی دیکھی

جگر میں لگی تھی نگاہ میں لگی تھی
زمیں کیا یہ عرش اللہ پر لگی تھی

جہاں بھی لگی تھی قتل ہو رہے تھے
نگاہ سے ہزاروں کے سر اڑ رہے تھے

حسن عاشقی میں خدا بن گیا تھا
جہاں رب کا سب میکدہ بن گیا تھا

صدا تھی یہ شفقتِ لب مصطفیٰ پر
یہ تصویر ساجن لگے کس جگہ پر

کافری

کافر معشوق کا صفاتی نام
اور عاشق کا ذاتی نام

حسن جب تلک نہ ملے کافروں کو
ملیں تب تلک نہ مزے کافری کے

ڈٹے کافری میں نہ جب تک محمدؐ
کٹے تب تلک نہ صنم کافری کے

کبھی دار پر ہیں کبھی سانگ پر ہیں
یہ شاہ کافری کے سجن کافری کے

حسن ناز کرتا ہے جس کافری پر
یہ کافر ہیں کافر اسی کافری کے

عجب ہے ملاحظۂ دیدار پر بھی
لب عشق پر ہیں سخن کافری کے

خدا کو ہے شفقتؔ نشہ کافری کا
ہیں شفقتؔ کو شفقتؔ مزے کافری کے

گناہ اور رحمت

گناہ گار اور اللہ

فطرت کی طبیعت میں ہے خود ریزی خود کار
لاکھوں کے ہیں سر نیزوں پہ لاکھوں کے سر دار

رحمت نے بھی دیکھے ہیں سبھی کاہن سیاہ کار
نہ دیکھا مگر مجھ سا کوئی مرد گناہ گار

دامان میں لینے سے جسے نازاں ہو رحمت
اور ساتھ کہے یہ بھی کہ ہو نہ تو شرم سار

شفقتِ ہیں ہمی عشق میں معشوق ازل سے
میں تجھ سے نمودار ہوں تو مجھ سے نمودار

آخر کچھ تو ہے

آدم کا دم نکل گیا حوا کا سر گیا
افلاکیوں کی اس طرف اٹھتی نہیں نگاہ

اللہ نے بھی حساب کے دفتر اٹھا دیے
بندہ ہے کہ حساب سے آگے نکل گیا

بیوی پیا کے پاؤں کی جوتی نہ بن سکی
بلکہ پیا ہی بیوی کی جوتی ہے بن گیا

دیکھا سماں سہاگ کا شادی کی رات جب
محشر حیا و شرم سے دھرتی میں گڑ گیا

شفقتؔ لگے ہے بندے کی ہیئت بدل گئی
یا اس کے اندر جو خدا تھا وہ بدل گیا

'میں'

یہ اسم مکرم ہے، یہ خدا کا نام ہے، اسے لوٹا دے

قاتل ہے نگاہوں میں تو شمشیر جفا میں
خالق میں جوں مخلوق ہے مخلوق خدا میں

جب ایک کے ہاتھوں میں نظر آتی ہے دنیا
پھر خیر و شر ہیں کیسے جدا تیری نگاہ میں

اس 'میں' کو اٹھا دے کہ رُلا ڈالے گا تجھ کو
یہ اسم مکرم ہے کہ جچتا ہے خدا میں

مصر کا بازار

جیسے پتے ڈالیوں میں مسکراتا ہے ثمر
جیسے اس کی جالیوں میں لہلہاتا ہے شجر

ایسے رقصاں ہیں مناظر ایسے رقصاں ہے نظر
آنکھ کے کاجل نے جن کا ٹانک رکھا ہے جگر

وہ بچھا دے نہ کسی کو زلف پر رخسار پر
وہ اٹھا دے نہ کسی کو سانگ پر تلوار پر

چال محشر کی گئی اور دل کٹا افلاک کا
پڑ گئی جب شوخ کی اک سنگ لحد پر نظر

ان نظاروں میں اشارہ ہے جمالِ یار کا
کھیل اب تک چل رہا ہے مصر کے بازار کا

جلالت مآب ریش

بعض بابوں میں چھپی ہوتی ہے ریش
بعض چھپ جاتے ہیں بابے ریش میں

ہم نے بھی ملاں کا فتویٰ دے دیا
ریش بابوں پر ہو بابے ریش میں

پھر نداَ ہاتفش تھی ہوش کر
ریش ہم میں ہے نہ ہم ہیں ریش میں

ریش کی شفقت خجالت دیکھ کر
آج کل ہم آ گئے بے ریش میں

خدائی کے مزے

سوچا ہے کہ مٹی کی نہ تقصیر کو دیکھوں
بس اس میں لگی اپنی میں تصویر کو دیکھوں

کاجل کی فضا ہوں نہ میں کاکل کی گھٹا ہوں
ہاں ہوں تو محمدؐ کی محبت کی ضیا ہوں

بنتا ہوں میں شیشے میں کبھی ٹوٹ رہا ہوں
میں ہوں کہ خدائی کے مزے لوٹ رہا ہوں

مار ڈالا

ہو گیا دل تیرا عورت پر فدا
مار ڈالا تو نے اندر کا خدا

دھوکہ اللہ سے محمدؐ سے دغا
ہے یہی تو سانحۂ کربلا

آج کے صاحبانِ مکتب کج کلاہ
ہیں خدائی پر خدا کی بد دعا

میں ہے شفقتؔ درمیانِ لا الٰہ
میں اگر مر جائے تو تو ہے خدا

موبائل فون کا غلط استعمال

لڑکیوں کے ہاتھ میں موبائل فون طوفانِ نوحؑ کی ایک صورت
آئے دن واقعات
بات چل نکلی ہے اب دیکھیں کہاں تک پہنچے

گھر میں بیٹی ہے تو تو دیوار رکھ
کھول کر اس پر تو آنکھیں چار رکھ

دے دیا ہے جب موبائل ہاتھ میں
اب تو چاہے لاکھ پہرے دار رکھ

بھر لیے ہیں اس میں اس نے آشنا
حملہ ہونے کو ہے ، سر تیار رکھ

کب چلی جائے یہ گھر کی روشنی
کھڑکی گھر کی جانب بازار رکھ

یاری شفقتؔ ہو تو شہریارؓ سے
بن شہریاری نہ کوئی یار رکھ

☯ : ؓ کا مطلب ہے رضی اللہ عنہ

خُدا کا خُدا

محبت

نہ یہ صفت میں ہے نہ یہ ذات میں ہے
یہ بس آنکھ و دل کی ملاقات میں ہے

ہے گھر اِس کا دونوں دریچوں کے اندر
خُدا، مصطفیٰؐ دونوں اِس کے پیغمبر

خُودی کے خُدا کی نمُو اِس جگہ ہے
نگاہ سے دلوں کا وضو اِس جگہ ہے

خُدا دیکھ

رحمت میں تری دیکھوں تُو میرے گناہ دیکھ
میں تیری بقا دیکھوں تُو میری فنا دیکھ

رکھتے ہیں مقابل میں یہاں دونوں کی صورت
میں اپنا خُدا دیکھوں تُو اپنا خُدا دیکھ

علاّمہ شفقت فاضلی

دیدارِ لیلیٰ

تُم دید کے قابل ہو تمہیں دیکھا ہی دیکھا جائے
تُم آنکھ کا کاجل ہو تمہیں آنکھ میں رکھا جائے

تری مَرمَریں صورت کو اِس طرح تراشا جائے
رکھ کر اِسے مندر میں بس پُوجا ہی پُوجا جائے

محشر کا تقاضہ ہے جب آتے ہو اِس در پر
سر کاٹ کے رکھا جائے، دل کاٹ کے رکھا جائے

کہتے ہیں قیامت کو وہ پاس آ بیٹھیں گے
سر جُھکتا ہی جُھکتا جائے، دل بیٹھا ہی بیٹھا جائے

جس طرح کہ شفقت کو تُو نے ٹُوٹ کے چاہا ہے
جس آئینے میں دیکھا ہے وہ آئینہ ہی ٹُوٹا جائے

علاّمہ شفقت فاضلی

دیدارِ لیلیٰ

علاّمہ شفقت فاضلی